ومضات من نور المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلکیاں

فوجی نقطہ نظر سے

مُصنّف

محمود شیت خطاب

مُترجم

لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ایم اے؛ ایم او ایل؛ پی ایچ ڈی

ایم اے اسلامیات، عربی، فارسی، اردو

مکتبہ مدنیہ

۱۷- اردو بازار ○ لاہور

فون ۶۲۵۲۰

وَمَضَاتٌ مِنْ نُورِ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نُورِ مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلکیاں

فوجی نُقطہ نظر سے

مُصنّف

محمود شیت خطاب

مُترجم

لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ایم اے؛ ایم۔او۔ایل؛ پی ایچ ڈی

ایم اے؛ اسلامیات، عربی، فارسی، اردو

مکتبہ مدنیہ

۱۷- اردو بازار ○ لاہور

فون ۶۲۵۲۰

نام کتاب ——— نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلکیاں

مولف ——— محمود شیت خطاب

مترجم ——— کرنل ڈاکٹر فیوض الرحمٰن

ناشر ——— مکتبہ مدنیہ ۱۷۔ اردو بازار لاہور

طابع ——— نفیس پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور

تعداد ——— ۲۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

میں نے محمود شیت خطاب کی کتاب کا اُردو ترجمہ
پڑھا جو مجھے بہت پسند آیا۔ یہ ترجمہ فوج اور اس
سے متعلقہ حضرات کے لیے نہایت مفید ہے۔ اگر آرمی
بک کلب کی طرف سے اس کی عام اشاعت ہو جائے
تو اس سے فوجی جوان، کیڈٹ اور فوجی افسر سبھی مستفید
ہو سکیں گے اور یہ ایک بڑی دینی خدمت ہو گی۔

بریگیڈیر ملک محبوب عالم

○
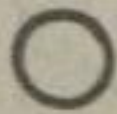
کتاب کے بارے میں عرب ناشر کا نوٹ

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک بحر ناپید کنار ہے، مصنف اور مفکر اس کی وسعتوں اور گہرائیوں میں غواصی کر کے اس کے بے شمار موتیوں میں سے نئے نئے موتی تلاش کر کے پیش کرتے ہی رہیں گے۔ اس کتاب کے مصنف ایک مسلمان عسکری قائد ہیں۔ انھوں نے اپنی اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا اختصار پیش کیا ہے جو ہر لحاظ سے مفید ہے ہر مسلمان کی ضرورت پوری کر دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و عظمت کا سکہ دلوں پر نقش کر دیتا ہے۔

۲۔ کفر کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا حال ہے، اس حصہ میں مصنف پر ان کی قائدانہ شخصیت کا غلبہ دکھائی دیتا ہے جو جنگی قیادت کے علاوہ عمدہ اخلاقی قیادت دیکھنے کی حریص اور مشتاق ہوتی ہے۔ ایک قائد تھوڑے لوگوں اور کم اسلحہ کے ساتھ ان لوگوں پر کیسے فتح حاصل کرتا ہے جن کی تعداد زیادہ اور اسلحہ وافر ہے، مصنف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی روشنی میں فتوحات کے اسباب ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں، اخلاق کے علاوہ اپنے لشکر کے ساتھ عمدہ ربط و تعلق، عملی طور پر شرکت، دور بینی، زبردست اور جاذب نظر شخصیت، بے مثال شجاعت

تیز فیصلہ اور اس کا نفاذ عبقریت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا مورال بلند کرتی ہے اور صحیح مقصد جس کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے ہیں اور آخر میں یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح جنگی قائدین کو منتخب کر کے ان کی عمدہ تربیت کرتے ہیں ــــــ وغیرہ تمام اسباب وعوامل کا بیان ہے جو بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں یکجا نہیں ملتے، یا پھر مشکل سے ملتے ہیں۔

یہ کتاب اس قابل ہے کہ طلبہ اور پڑھے لکھے حضرات سے بھی پہلے قائدینِ فوج کے مطالعہ میں آئے۔"

مقدمہ طبعہ ثانیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قائد، رہنما، سردار اور پیشوا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی ہر زمانے اور ہر جگہ کے مسلمانوں کے لیے راہِ عمل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور مُعطّر سیرت کا مطالعہ ہر مسلمان پر واجب ہے چاہے حاکم ہو یا محکوم، سربراہ ہو یا ماتحت، عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا غریب، فوجی افسر ہو یا سپاہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سیرت دل و دماغ کو یکساں متاثر کرتی ہے اور ہر پڑھنے والا اس سے مستفید ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات "کتابِ عزیز" کی تفصیل و تفسیر ہیں،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآنی اخلاق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق دین کی طرف بلانے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا مطالعہ میرے رگ و ریشہ میں رچ بس گیا ہے اور اس مطالعہ نے مجھے بیحد متاثر کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی یہ مختصر سی جھلک ہے اس سے عالِم اور جاہل

طالبِ علم اور اُستاذ، دین کی دعوت دینے والے (داعی) اور جنہیں دعوت دی جارہی ہے (مدعو) سب یکساں مستفید ہوں گے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس جھلک کو مفید بنائیں اور اسے اپنے لیے خالص عمل کا درجہ عطا کریں۔

تعریف صرف خدا ہی کی ہے۔ بہت زیادہ پاکیزہ اور مبارک اور اللہ کی طرف سے درُود ہو میرے آقا اور مولا ـــــ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام قائدوں کے سرتاج اور سرداروں کے قائد، انسانوں میں سے بہترین انسان اور بہادروں میں سے بہترین بہادر مجاہدوں کے امام اور سربرآوردہ قائدین کے قائد ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ قائدین فتوحاتِ اسلامی سے بھی راضی ہو، اور ان کے لشکروں سے بھی، قائدین فکر اسلامی اور ان کے لشکروں سے بھی، اور ہر اس شخص سے جس نے قرآن مجید کی کسی بھی درجہ میں زبان، عقیدہ اور شریعت کے لحاظ سے کوئی بھی خدمت کی ہو۔ خدا کی ذات ہی تمام تعریفوں کی لائق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

○

مقدمہ طبعہ اولیٰ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو رب العلمین ہے، درود و سلام ہو ہمارے سردار اور آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔
اللہ سبحانہ، تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانیت کے لیے مبعوث فرمایا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت کا حق ادا کر دیا اور پیغام پوری طرح پہنچا دیا، اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا، یہاں تک کہ اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت سے قبل بھی اچھے اخلاق، استقامت، سچائی اور وفا کی زندہ مثال اور عمدہ نمونہ تھے، یہاں تک کہ اہلِ مکہ اور آس پاس کے عربوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین کے خطاب دیئے۔

جب آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو اس وقت جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں عبادت کر رہے تھے جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی یہ ابتدائی آیات پڑھیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے، پڑھیے اور آپ کا رب بہت ہی کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سکھایا، سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

آپ ﷺ بصیرت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہے، خوشخبری بھی دیتے رہے اور انجام سے بھی ڈراتے رہے قریش جھٹلایا بھی، اور تکلیف بھی دی۔

آپ ﷺ نے یہ سب کچھ برداشت کیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی قوم نے امن والے شہر سے آپ ﷺ کو نکال دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور کسی چیز کی پروا نہیں کی آپ ﷺ کا کام ہر قیمت پر اللہ کا پیغام پہنچانا تھا اور بس! اور آپ ﷺ چاہتے بھی یہی تھے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ جو مسلمانوں کی بنیاد و مسکن تھا میں نئی زندگی کا آغاز کیا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، مسلمانوں کی جمعیت قائم ہو اور ان کی قوت کی تنظیم اور حکمت اور اچھی نصیحت و موعظت کے ساتھ دینی دعوت کی حمایت اور اس کی نشر و اشاعت کی تیاری کا پروگرام بن سکے۔ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں بعثت سے لے کر آخری وقت تک جہاد کی وجہ سے اللہ کی توحید بیان کی اور مدینہ منورہ میں توحید کی وجہ سے جہاد کیا۔ آپ ﷺ کے وصال سے قبل جزیرۂ عرب اسلام کے جھنڈے تلے، اللہ کی توحید کی وجہ سے ایک تھا، اللہ نے اپنا دین مکمل کر دیا اور نعمت پوری کر دی اور ہمیشہ کے لیے انسانیت کے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا۔ اسلامی تعلیمات شخصی عبادتیں ہیں جن کا مقصود ہے کہ مسلمان اسلامی سوسائٹی کا ایک مفید حصہ ہو، عمدہ اخلاق سے مزین ہو، اور عمدہ اقدار کا حامل ہو، اور یہ تمام فرائض بھی ہیں جن کا مقصد اللہ کی راہ میں جانی اور مالی جہاد کے ساتھ

مسلمانوں کی بہبود کی خدمت ہے۔

اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی کی تعریف میں فرمایا ہے۔

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (اور بیشک آپؐ بلند اخلاق پر ہیں)

اور آپؐ کا ارشاد ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

(مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ اخلاقی خوبیوں کو پروان چڑھاؤں)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے "کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے"۔

اسلام نے اپنی ارفع ترین اخلاقی تعلیمات کو ہر مسلمان کے وجدان کے لیے نگہبان امین اور ہمہ وقت بیدار پاسبان بنایا ہے جو اس کے ہر عمل پر کنٹرول کرتی ہیں اور اسی سے انسانیت ایک اچھے تمدن کا خواب دیکھ سکتی ہے۔

پرانی اور نئی تہذیبوں نے برائی سے روکنے کے لیے ایسے قانون بنائے ہیں۔ جن کی دیکھ بھال پولیس، چوکیدار اور صاحبانِ اقتدار کرتے ہیں مگر یہ قوانین انسانی وجدان میں کوئی ایسی تبدیلی برپا نہیں کرتے جو اندر سے اسے نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

ہمارے اس دور نے کہ جو علمی ترقی کی اوج کمال تک پہنچ گیا ہے اور چاند تک رسائی حاصل کر لی ہے، انسانی معاملات کو چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی سلجھانے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ انسان کمال سے دور ہی رہے گا اس لیے کہ ان کی پیداکردہ تہذیب نے انسان کے صرف ظاہر اور اس کی مادی زندگی کی طرف

توجہ دی جبکہ اسلام نے انسان کے ظاہر اور باطن یعنی اس کی مادی اور روحانی زندگی دونوں کی طرف یکساں توجہ دی ہے۔ ایک بہت بڑے صنعت کار نے جو سب سے بڑی صنعتی حکومت کا فرد تھا، ایک دین کے داعی کی آواز سنی جو اسلام کی اخلاقی تعلیم پر گفتگو کر رہا تھا اس صنعت کار نے ایک سرد آہ بھر کر کہا کہ "ہم تو اس چیز کو پیش کرنے سے بالکل عاجز ہیں جو انسان کو پاک وصاف بنا دیتی ہے، ہم اسلامی تعلیمات کے کتنی شدت سے محتاج ہیں اور وہ انسان کتنا نقصان میں ہے جو پورے عالم کو تو فائدہ پہنچا رہا ہے مگر اپنے آپ کو نقصان" اسلام کی اخلاقی تعلیمات ایسی ہیں کہ ہر زمان ومکان سے تعلق رکھنے والا انسان ہر قسم کے حالات ومواقع پر ان کا محتاج ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اسلام سارے دینوں کا خاتم۔ اسلام نے ہر مسلمان پر انفرادی طور پر اور پوری امت پر اجتماعی طور پر ہر حال میں اس کے عمدہ اخلاق کی پابندی ضروری قرار دی ہے۔

سچا مسلمان نہ چوری کرتا ہے اور نہ جھوٹ بولتا ہے، نہ خیانت کرتا ہے نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے نہ بے حیائی کے کام کرتا ہے اور نہ ایسے کام جو اس کو ہلاکت میں ڈال دیں، کسی پر زیادتی نہیں کرتا، اس کا باطن ظاہر جیسا اور ظاہر باطن جیسا ہوتا ہے وہ تکبر نہیں کرتا، بڑائی نہیں کرتا۔ لوگوں کے سامنے اپنا منہ نہیں پھلاتا اور زمین پر اتراتے ہوئے نہیں چلتا، وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اس کے مال میں مانگنے والوں کا اور جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ حق ہے اس کی اپنی مصلحت اس کی بھلائی میں جذب ہو کر رہ جاتی ہے۔ سچا مسلمان اسلام کی عسکری تعلیمات کے سامنے جھک جاتا ہے، وہ بات ماننے والا ہوتا ہے، نافرمانی کرنے والا نہیں، صبر کرنے والا ہوتا ہے بے صبرا نہیں، بہادر ہوتا ہے بزدل نہیں، آگے بڑھنے والا ہوتا ہے، شک میں پڑنے والا نہیں، وہ بھاگتا

نہیں بلکہ سامنا کرتا ہے، وہ چٹان کی طرح ثابت قدم رہتا ہے، ایسا مجاہد ہوتا ہے جو پیچھے نہیں رہتا بلکہ وہ حق کو ثابت اور باطل کو مٹانے کے لیے عدل و انصاف کی جنگ میں کُود پڑتا ہے۔

اور مسلمان جنگ میں اسی لیے کود جاتے ہیں تاکہ دین کی دعوت آزادی کے ساتھ دی جا سکے، وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتے، وہ صرف عقیدہ، آبرو اور زمین کے دفاع کے لیے ہی جنگ کرتے ہیں وہ جنگ کو شرف و عزت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کے لیے لڑنے والے یہ مجاہد کوئی ایسا کام اور کارروائی نہیں کرتے جو عزت و شرافت، حق اور عدل و انصاف کے خلاف ہو۔

وہ وعدہ کے احترام کے پابند ہیں، اسی طرح امانت کے بھی، زخمیوں، بیماروں اور قیدیوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کے بھی، وہ جنگ میں حصہ نہ لینے والے بچوں بوڑھوں، راہبوں، کسانوں اور عورتوں کو بھی کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ ان کی رحمت و شفقت تو عالمِ نباتات پر بھی ہوتی ہے۔ وہ کوئی پھلدار درخت نہیں کاٹتے، اسی طرح حیوانات کے بارے میں بھی ——— صرف اس وجہ سے کہ دشمنوں کی ملکیت میں انہیں تکلیف نہیں دیتے۔

مسلمان تو سلامتی کی بنیادیں رکھنے کے لیے جنگ میں آتے ہیں، اس لیے کہ اسلام سلامتی کا دین ہے "اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ" اور اللہ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! پوری طرح سلامتی میں داخل ہو جاؤ"

لیکن اسلام جس سلامتی کی دعوت دیتا ہے وہ کمزوری کی نہیں بلکہ طاقتوروں کی سلامتی ہے وہ لوگوں کی بھلائی کی خاطر سلامتی ہے، وہ دشمن کے مفاد کی خاطر سپردگی کا نام نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

رضی اللہ عنہم ان بلند ترین اور عمدہ ترین اخلاق کا جیتا جاگتا نمونہ تھے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے قائد کے زمانہ سے لیکر اسلامی فتوحات کے زمانہ ۱۱ ہجری سے ۹۲ھ تک مٹھی بھر مسلمانوں نے مشرکوں، یہودیوں، ایرانیوں، رومیوں اور دوسری قوموں کی کثیر تعداد پر فتح پائی۔ یہاں تک کہ تھوڑے سے عرصہ میں اسلامی حکومت مشرق میں چین تک، مغرب میں فرانس تک اور شمال میں سائبریا تک، جنوب میں بحر ہند تک پھیل گئی۔ بلاشبہ مسلمانوں کی ان کے دشمنوں پر فتح صرف عقیدہ کی وجہ سے تھی۔ جب اس میں تبدیلی آگئی تو عظیم اسلامی فتوحات کا سلسلہ بھی ماند پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ طاقت کے بعد کمزوری اور عزت کے بعد ذلت کا شکار ہو گئے۔ یقیناً انہوں نے اسلام اور اس کے جذبہ قربانی کی بدولت فتح پائی۔ وگرنہ وہ کبھی بھی فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

عرب اسلام کے ساتھ ہی سب کچھ ہیں اور اس کے بغیر کچھ بھی نہیں، اور ان کی قدیم اور جدید تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔

بیشک ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے قائد ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں جیسے ان کے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جن کی بھی پیروی کی، ہدایت پا جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ اخلاق کی بہترین مثال تھے اور مجاہدوں کے قائدوں کے امام اور پیشوا تھے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا"

اسلام کے بہادر سپوت حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کا کہنا ہے "جب جنگ انتہائی شدت اختیار کر لیتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پناہ لیتے"

آپ ﷺ سے زیادہ دشمن کے قریب اور کوئی نہ ہوتا تھا میں نے "بدر" میں دیکھا کہ ہم ان کی پناہ میں تھے اور وہ ہم سب میں دشمن کے سب سے زیادہ قریب تھے"

آپ ﷺ کا کام دل و دماغ میں اسلامی تعلیمات کو پیوست کرنا تھا، وہ اپنے ساتھیوں کے لیے ذاتی نمونہ تھے، ہمیشہ آدمی بنانے میں لگے رہے اور مناسب کام کے لیے مناسب آدمی کے چناؤ میں بے مثال قابلیت تھی جب وصال ہوا تو اپنے پیچھے ایسے آدمی چھوڑ گئے جو سیاست، تنظیم، علوم اور قیادت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے انہوں نے بصیرت اور پوری سمجھ کے ساتھ مسلمانوں کی قیادت کر کے انہیں بزرگی اور سیادت کے بلند ترین مقام تک پہنچا دیا۔

سات سال کے عرصہ میں آپ ﷺ نے ۲۸ غزوات کی بذاتِ خود قیادت کی غزوہ ودان (صفر ۲ھ) سے اس سلسلہ کا آغاز ہوا اور غزوہ تبوک (رجب ۹ھ) آپ ﷺ کے غزوات کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔

آپ ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کو مشرکوں اور یہود سے نو (۹) غزوات میں جنگ کی نوبت آئی، وہ غزوات —— بدر، اُحد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر فتح مکہ، حنین اور طائف ہیں، جبکہ ۱۹ غزوات میں مشرک مقابلہ سے کترا کر بھاگ نکلے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے اپنے سیاہ عَلَم (جس کا طول و عرض ایک گز، اس کے درمیان میں سفید چاند —— اور چاند کا رُخ جھنڈے کے شمال کی طرف تھا) تلے مسلمانوں کی قیادت کی اور فتح پر فتح حاصل کی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اصل عزت —— اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے لیے ہے۔

مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کے نقشِ قدم اور اسلامی تعلیمات کے مطابق چلنا بہت ہی ضروری ہے تاکہ اس پیروی کی وجہ سے ان کی کھوئی ہوئی عزت و

وقار اور بزرگی و شرافت واپس آجائے اور اسلام کا جھنڈا ہمیشہ کے لیے مسجد اقصیٰ اور ارضِ مقدسہ پر لہراتا رہے۔

اللہ بہت بڑا ہے، سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہمارے آقا و مولا —— اللہ کے رسول پر ہو، اور اللہ کی رحمتیں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب پر۔

محمود شیت خطاب

○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی

چند جھلکیاں

ولادت سے نبوّت تک

آپ ﷺ عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن پیدا ہوئے جو عیسوی تقویم کے لحاظ سے ۲۰ اپریل ۵۷۱ م ہے آپ کے والد گرامی قدر کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیّ بن کلاب ابن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ ابن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن معد بن عدنان

والدہ ماجدہ کا سلسلۂ نسب یوں ہے، آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب کلاب پہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب آپ کے والد محترم سے جا ملتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو، اور کنانہ سے قریش کو، اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے آپ ﷺ کو چنا جو حسب ونسب کے لحاظ سے ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

آپ ﷺ رحمِ مادر ہی میں تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا، ترکہ میں آپ ﷺ کے لیے ایک باندی اور پانچ اونٹوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔

ولادت کے بعد آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا، عرب کا دستور

تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے دیہاتی علاقوں میں بھجوا دیا کرتے تھے تاکہ بچہ صحیح نشو و نما پائے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے گھر رہے ان کے گھرانے پر رحمتوں کی بارش ہوتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار سال سے کچھ اوپر ان کے ہاں رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے چھٹے سال میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ننھیال مدینہ منورہ لے گئیں اور واپسی پر ابواء[1] میں انتقال کر گئیں۔ پھر اُم ایمن نے خیال رکھا اور دادا عبدالمطلب نے پرورش کی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ ویسی محبت ان کی اپنی اولاد کے حصہ میں بھی نہ آئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی کفالت کو ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا پھر آپ کے چچا ابوطالب نے پرورش کی، اور وہ بڑے معزز اور باوقار تھے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ عیالدار تھے اور اس وجہ سے اپنے گھر کی خوراک و ضروریات مشکل سے پورا کیا کرتے تھے۔ نویں سال میں اپنے چچا کے ساتھ شام کا پہلا سفر کیا، قافلہ کے آدمیوں کا بصرہ کے قریب بحیرہ راہب سے ملنے کا اتفاق ہو گیا اس نے انہیں سالقہ کتابوں کی روشنی میں یہ بات بتائی کہ اس زمانہ میں عرب سے ایک نبی کا ظہور ہوا چاہتا ہے، قافلہ والوں نے بتایا کہ ابھی تک ان کا ظہور نہیں ہوا۔ بیس سال کی عمر تھی کہ "فجار" کی جنگ میں شریک ہوئے، یہ قریش اور اس کے حلیفوں اور قیس اور ان کے حلیفوں کے درمیان مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام پر ہوئی تھی۔

---

[1] ابواء مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک گاؤں ہے اور مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی تجارت کے سلسلہ میں دوسری بار شام جانا ہوا۔ وہ لوگوں کو معاوضے پر اپنے لیے تجارت پر بھیجا کرتی تھیں۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت، سچائی اور دوسری عمدہ صفات جو کہ پہلے ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تھیں اور جن کی وجہ سے قوم نے امین کا خطاب دیا، کا چرچا سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے لیے منتخب کیا اور اپنے غلام میسرہ کو بھی ساتھ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خرید و فروخت میں بہت منافع ہوا۔ شام سے واپسی کے دو ماہ بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہو گئی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے پسند کر لیا۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔

پینتیس سال کی عمر تھی کہ بہت سخت سیلاب آیا، جس نے کعبہ کی دیواروں کو ہلا کر رکھ دیا اور اس سے پہلے آگ بھی لگ چکی تھی۔ قریش نے کعبہ کی تعمیر کا عزم کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعمیر میں حصہ بھی لیا اور کام بھی کیا۔ حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر کون رکھے گا۔ اس پر قریش میں اختلاف ہو گیا۔ اور اس پر ایک دوسرے کو مرنے مارنے پر تیار ہو گئے، اس بڑی مشکل کا رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا، اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا کہ ہر قبیلہ اس چادر کا سرا پکڑ لے پھر اس میں حجر اسود رکھ دیا۔ انہیں اس کی جگہ تک اٹھا لے جانے کو کہا، جب وہاں پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اسے پکڑا اور اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

کوئی بھی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کام سے باز نہ رکھ سکی تھی۔ جب کام کے قابل ہوئے تو اپنے دودھ شریک بھائیوں کے ساتھ مل کر جنگل میں بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے اور اسی طرح وہاں سے آ جانے کے بعد بھی، تھوڑی سی مزدوری پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب وہاں کشائش رزق نصیب ہوئی تو اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے، عبادت بھی کی اور حمد و شکر بھی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ وقت

غارِ حرا میں عبادت ہی میں گزرتا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد، اپنا زیادہ وقت اپنی پیاری عبادت گاہ "غارِ حرا"، کو دیتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مالدار تھیں اور ان کا بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عبادت کے لیے فارغ تھے۔

نبوّت سے ہجرت تک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کٹ کر عبادت اور مراقبہ میں لگ گئے، پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی وہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے خواب دیکھتے تھے اور جو خواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا ثابت ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلوت کے لیے غارِ حرا کو منتخب کیا، اس میں کبھی تو دس دس رات تک عبادت کیا کرتے اور کبھی زیادہ، اپنے ساتھ کھانا لے جاتے تھے جب وہ ختم ہو جاتا تو واپس تشریف لے آتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر کھانا تیار کر دیتیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم اور سب لوگوں کو کیسے ہدایت کی طرف بلائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے چپکے دعوت دینا شروع کی۔ مردوں میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اسلام لائے۔ جب اللہ کا یہ حکم "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ

عَنِ الجَاھِلِیْنَ "، اترا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے طور پر اللہ کی طرف دعوت دینا شروع کر دی اور اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے بہت ہی تکلیف واذیت دی گئی، پتھر مارے گئے، گندگی اور غلاظت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پھینکی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گلا گھونٹ کر مار دینے اور قتل کرنے کا عزم کیا گیا۔ ان کی تکلیف جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے بیت اللہ جاتے تو شدت اختیار کر لیتی تھی۔

نبوت کے پانچویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی اذیت سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ نبوت کے ساتویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب، بنی ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ بلا امتیاز کفر و اسلام کے شعب ابی طالب میں داخل ہونے پر مجبور ہوئے۔ اس میں ابولہب شریک نہیں ہوئے اور یہ اس وقت جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بڑھ رہا ہے اور یہ کہ اسلام قبائل میں پھیل گیا ہے اور جب قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب میں چلے جانے کا علم ہوا تو مکمل بائیکاٹ کر لیا۔ اور یہ بھی کہ کبھی ان کی صلح قبول نہیں کی جائے گی، بازار سے انہیں روک دیا گیا اور معاشی بائیکاٹ کیا گیا اِلاّ یہ کہ وہ آپ کو قتل کے لیے ان کے حوالے کر دیں اور اس بارے میں انہوں نے ایک تحریر لکھ لی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح تنگ کرنے کا پروگرام تھا۔ اور اسے کعبہ کے درمیان لٹکا دیا۔

شعب ابی طالب میں چلے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ یہ دوسری ہجرت ہے۔

نبوت کے دسویں سال قریش کے کچھ آدمی اس تحریر کو ختم کرنے کے لیے

اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تین سال کے قریب شعب ابی طالب میں گذارنے کے بعد نکلے یہ تین سال کا عرصہ تکلیف اور بھوک کا زمانہ تھا کوئی چیز ان تک نہ پہنچ سکتی تھی، سوائے خفیہ طریقے کے یہاں تک کہ انہیں درختوں کے پتے بھی کھانے پڑے۔

دسویں سال میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوگیا۔ ابو طالب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کوئی دو ماہ بعد فوت ہوئے ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنوں کو دور رکھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ رکھتا اسے روک دیتے تھے۔ ابو طالب کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کا قریش کو ایسا موقع ملا جو پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ ان کے حضور کو ستانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عداوت نے اور زور پکڑ لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو طائف کی طرف ہجرت کی، جہاں بنو ثقیف رہتے تھے تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور اللہ کے حکم کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹائیں لیکن بنو ثقیف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی سخت مخالفت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پاگلوں اور غلاموں کو لگا دیا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جوتے خون سے بھر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے اور مطعم بن عدی کی ہمسائیگی میں قیام پذیر ہو گئے۔ نبوت کے گیارہویں سال میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء اور معراج کے شرف سے نوازا، اسراء —— راتوں رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد حرام[1] سے مسجد اقصیٰ[2] تک جانے اور آنے

---

[1] مکہ مکرمہ کی مسجد بیت اللہ [2] مسجد قدس

کو کہتے ہیں اور معراج عالمِ بالا پر آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کو کہتے ہیں اس دوران پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ قریش مانتے نہیں تو آپ ﷺ نے حج کے وقت دیگر قبائلِ عرب کو دعوت دینا شروع کر دی ان میں کوئی تو آپ ﷺ کی بات رد کر دیتا اور کوئی ٹھیک جواب دے دیتا۔ یثرب[1] کے اوس قبیلہ کے کچھ لوگوں کے پاس بھی آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نے ان سے بات کی تو پہلی مقدس کتابیں جو آپ ﷺ کی تعریف بیان کرتی تھیں وہ انہیں معلوم ہوئیں، ان میں سے چھ آدمی اسلام لے آئے جو آگے چل کر مدینہ میں اسلام کی اشاعت کا سبب بنے۔ پھر جب انہوں نے اگلے سال ملنے کا وعدہ کیا تو آپ ﷺ واپس آ گئے، دوسرے سال آپ ﷺ کو بارہ آدمی ملے، ان میں سے دس قبیلہ اوس میں سے اور دو قبیلہ خزرج کے تھے وہ عقبہ کے قریب ایمان لے آئے اور آپ کی پسند پر انہوں نے بیعت کی، اور یہ عقبہ کی پہلی بیعت ہے۔

مدینہ میں اسلام پھیل گیا، ایک سال کے بعد آپ ﷺ کو اوس اور خزرج کے ۷۰ آدمی ملے اور عقبہ کے پاس رات کے وقت انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ عقبہ کی دوسری بیعت ہے۔

مدینہ منورہ میں

مدینہ منورہ میں اسلام کی اشاعت کے بعد آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا کہ ان پر تکلیفیں اور زیادہ ہو گئی تھیں، وہ قریش کے خوف سے

---

[1] پہلے مدینہ کو یثرب کہتے تھے، آپ ﷺ کی تشریف آوری سے اسکا نام مدینۃ النبی ﷺ پڑ گیا

طریقے کے ساتھ نکلنے لگے کہ وہ روکیں گے، مکہ میں صرف چند مسلمان باقی رہ گئے۔

قریش کے سرداروں نے جب یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کی ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت کر جائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی ٹھان لی انہوں نے ہر قبیلہ کا ایک ایک جوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی غرض سے جمع کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل میں سب قبیلے شریک ہوں، اللہ نے اپنے نبی کو دشمنوں کی چال اور تدبیر سے باخبر کر دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفر کا پروگرام بنالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے نکلنے کی رات۔ وہی رات ہے جس میں مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کی ٹھان لی تھی یہاں تک کہ جوانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اور وہ مسلح تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے۔ اللہ نے ان پر نیند کا غلبہ کر دیا، ان میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ اپنے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کو چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو وہ امانتیں واپس کر دیں جو ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جا ملے، دونوں جلدی سے چل نکلے یہاں تک کہ غار ثور جا پہنچے اور اس میں چھپ گئے، اس وقت آپ کی عمر (۵۳) ترپن سال تھی۔ جب مشرکوں کو اپنی ناکامی کا علم ہوا تو انہیں بہت طیش آگیا اور انہوں نے ہر طرف کھوجی بھیج دیئے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئے یا رہنمائی کرے تو اس کے لیے سو اونٹنیوں کا انعام ہے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں بہت کوشش کی اور بعض تو غار تک بھی پہنچ گئے لیکن آپ دونوں سے اللہ نے ان کی

آنکھیں اندھی کر دیں۔ غار میں تین دن روپوشی کے بعد دو سواریوں پر ایک رہنما کی مدد سے مدینہ کے ارادہ سے چل پڑے، اور پیر کے دن، ۱۲ ربیع الاول کو قباء پہنچے، ہجرت کی تاریخ یہی ہے لیکن ہجری سال کو محرم سے شروع کیا گیا ہے، تیرہ سال تک مشرکین مکہ کی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد اسلام کے ظہور کی نئی تاریخ یہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہجرت سے پہلے انبیاء کی سنت بھی پوری ہوئی کہ جو نبی بھی کسی شہر میں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی انہیں اس جگہ سے ہجرت کرنا پڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قیام "قبا" کے دوران وہ مسجد بنائی جس کی اللہ تعالیٰ نے یوں تعریف کی ہے "وہ ایسی مسجد ہے جس کی اوّل دن سے ہی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے چل پڑے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے تو انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے بچے، عورتیں سبھی باہر نکل آئے اور بچیوں نے یہ پڑھنا شروع کر دیا۔

"پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کیے جاتے ہیں آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔ جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔ اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے معنی قائد کے اپنی فوج کے ساتھ محفوظ مقام پر منتقل ہونے کے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے اسلامی حکومت وجود میں آئی، اس حکومت کی تاریخ — تاریخ ہجری سے ملی ہوئی ہے اور مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں غلبہ کا پہلو نمایاں ہوا

اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مسلمانوں کے سربراہ ہونے کے لحاظ سے جنہوں نے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔

ہجرت کے پہلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی بنائی، مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں خود بھی کام کیا اور اس میں اذان شروع ہوئی تاکہ جب نماز کا وقت ہو تو لوگ اکٹھے ہو جائیں۔

اس مسجد کی تعمیر سے اسلام میں پہلی بیرک کی تکمیل ہوئی۔ مسجد فوجی مسائل کا حل ہونے کے ساتھ ایک مدرسہ، ایک عبادت گاہ، ایک عدالت، ایک ہسپتال اور لوگوں کے مسائل کی آماجگاہ تھی۔

جب یہودیوں نے دیکھا کہ مدینہ میں اسلام کے قدم جم چکے ہیں تو ان کی دشمنی بغض اور حسد میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کے درپئے آزار نہ ہوں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی نہیں کریں گے، لیکن انہوں نے معاہدہ توڑ دیا اور مسلمانوں سے خیانت کی اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر ابھارا اور ان کے خلاف لڑائی کو غنیمت سمجھا۔

جب جہاد کی پہلی آیت اتری — "ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی وجہ کے نکال دیئے گئے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے"، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفر کے مہینے میں، مدینہ پہنچنے کے بارہویں ماہ جہاد کے لیے نکلے اور اس طرح عملاً جہاد کی ابتدا ہوئی۔

ہجرت کے دوسرے سال بیت المقدس کی جگہ کعبۃ اللہ (مکہ) مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا اور اسی سال شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اس

سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے، اور دانا و بینا خالقِ شریعت نے روزوں کے بعد صدقۂ فطر کے وجوب کا حکم صادر فرمایا اور روزہ کی قبولیت کو، اس کے مستحق پر خرچ کرنے سے مشروط کر دیا۔ ہجرت کے دوسرے سال میں ہی اللہ نے مالداروں پر زکوٰۃ فرض کی کہ جو فقیروں، محتاجوں، مسکینوں اور یتیموں کی مدد کا واحد نظام ہے۔ اسی سال غزوۂ بدر کبریٰ بھی پیش آیا اور وہ تاریخ کے فیصلہ کن معرکوں میں سے ہے اس میں حق باطل پر غالب آیا اور مومنوں کی چھوٹی سی جماعت مشرکوں کی بہت بڑی جماعت پر غالب آئی۔ اسی سال نمازِ عید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں عید الفطر اور عید الاضحےٰ پر اکٹھا کر کے دو رکعت نماز پڑھاتے پھر خطبہ دیتے جس میں نصیحت اور وعظ کرتے اور ایک کلمہ پر جمع ہونے پر ابھارتے اور فرقوں میں بٹنے سے ڈراتے، اور یہ کہ وہ سب مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ اور عربی اور غیر عربی میں کوئی فرق نہیں، پھر انتہائی اتفاق کے نمونہ کے طور پر بعض مسلمان مسلمانوں سے مصافحہ کرتے، پھر صدقہ کی ادائیگی کے لیے نکلتے۔ اور عید الفطر کا صدقہ اس کی زکوٰۃ ہے اور عید الاضحےٰ کا صدقہ اس کی قربانی ہے۔ اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا ان کی عمر ۲۱ سال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ۱۵ سال تھی۔ انہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد چلی اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آئیں، ہجرت کے تیسرے سال مسلمانوں اور قریش کے درمیان غزوۂ احد پیش آیا اس میں مشرکوں کو اس وقت کسی قدر غلبہ حاصل ہوا جب مسلمان تیر اندازوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے علی الرغم اپنی جگہ چھوڑ دی ستر مہاجر اور انصار ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ اگر مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم نہ

رہتے تو مشرک مسلمانوں کو مٹا کر رکھ دیتے۔ اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر زخم آیا۔ اور مبارک دانت بھی شہید ہوئے۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب اور زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی اسی سال ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور یہ ان کی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین کہا گیا۔ اسی سال اللہ نے شراب حرام کی، اسلام کے شروع میں یہ حرام نہ تھی پھر بتدریج حرام ہوئی۔

ہجرت کے چوتھے سال غزوہ بنی نضیر پیش آیا، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور انہیں کوچ کرنے پر مجبور کر دیا۔

اسی سال جبریل علیہ السلام "صلوٰۃ الخوف" لے کر آئے اور اسی میں تیمم کی اجازت ملی۔ اسی سال حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اُم سلمہ ہند کے ساتھ ہوا اور اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی زبان سیکھنے کا حکم دیا تاکہ زید انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خطوط لکھ سکیں اور جو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھتے ہیں پڑھ سکیں۔

نبوت کے پانچویں سال غزوہ دومۃ الجندل پیش آیا اور اس کے ساتھ ہی غزوہ بنی مصطلق، غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ پیش آئے۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش —— (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں) سے نکاح کیا۔ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ

نے طلاق دے دی تھی اور اللہ پاک نے آپ ﷺ کو ان سے نکاح کرنے کا حکم دیا تاکہ متبنیٰ کی بیوی کو حقیقی بیٹے کی بیوی کا درجہ دینے اور اس سے نکاح کو حرام سمجھنے کی بری عادت مٹ جائے، اس لیے کہ عرب متبنیٰ کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے، وہ وراثت کا بھی حقدار ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی نبوت کے کئی حکم آئے، اسی سال حجاب (پردہ) کی آیت اتری جو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے خاص ہے حج بھی اسی سال فرض ہوا۔ ان لوگوں کے لیے جو بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتے ہوں۔

چھٹے سال حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، جس میں "بیعتِ رضوان" ہوئی اور مسلمانوں نے قریش کو چپ کرا دیا اور خود واپس مدینہ چلے گئے۔

اسی سال آپ ﷺ نے بادشاہوں سے خط و کتابت کی، انہیں اسلام کی دعوت دی اور اس میں چاندی کی مہر "محمد رسول اللہ" ثبت کی، ان میں سے ایک تو روم کے بادشاہ قیصر کو، دوسرا بصری کے حاکم کو، اور تیسرا ہرقل کی طرف سے متعینہ حاکم دمشق ــــ حارث بن ابی شمر غسانی کو لکھے، نیز قیصر کی طرف سے متعین حاکم مصر مقوقس، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی اور یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی کو ایک ایک خط لکھا۔

ساتویں سال غزوہ خیبر پیش آیا، یہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہوا تھا، مسلمانوں نے ان پر فتح پائی۔ اسی سال عمرۂ قضا ادا کیا، مسلمان تین دن مکہ میں رہے جبکہ مشرکوں نے مکہ خالی کر دیا تھا۔

آٹھویں سال غزوہ موتہ پیش آیا جس میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اسی سال مسلمانوں نے مکہ مکرمہ فتح کیا اور وہ لوگ جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا وہ اپنے

آبائی شہر — "شہر امن،، میں واپس آ گئے۔ اسی سال میں غزوہ حنین اور طائف پیش آئے۔ نویں سال غزوہ تبوک ہوا، اور یہ عظیم اسلامی فتح کا اعلان تھا جس کی قیادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور جس کے محرک اوّل آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مسلمانوں نے حج کیا اور اسی میں بنو ثقیف کا وفد آ کر مسلمان ہوا۔

اور دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا، اور عرفہ میں خطبۂ وداع دیا، جس میں کہ دین کی اہم باتیں ہیں، اسی دن اللہ کی طرف سے یہ آیت اتری۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (المائدۃ)

"کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو انتہائی کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا"

اسی سال ہر طرف سے عربوں کے وفد مدینہ آتے گئے اور اسلام قبول کرتے گئے۔

گیارہویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب زید کے لڑکے تھے) کی قیادت میں ایک سریہ تیار کیا، اس فوج میں بڑے بڑے بلند مرتبہ مہاجر و انصار حضرت ابوبکر حضرت عمر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ تھے، لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مکمل نہ ہو سکا۔ بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مکمل ہوا۔ یہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا، جب اتوار آیا تو درد اور تیز ہو گیا، اور جب ۱۲ ربیع الاوّل پیر کا دن آیا، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ ہجرت

کے دور کی تکمیل کا دن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو خیر باد کہا اور اپنے آقا سے جا ملے۔ دنیا کی زندگی کی بجائے رفیقِ اعلیٰ کی قربت کو اختیار کیا، بعد اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت ادا کرنے کا حق ادا کر دیا اور لوگوں کو سیدھی راہ کی ہدایت دی اور انہیں بزرگ و برتر اللہ کی طرف بلایا، جس کی وجہ سے بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں اور وصال کے وقت عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

اللہ تعالیٰ کا درود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو۔ اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزائے خیر دے اور اس سے بڑھ کر دے جو ہر نبی کو اس کی امت کی طرف سے دے گا۔

شمائل

(حُلیہ مُبارک)

○

حلیہ مبارک

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہتے ہیں :۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم قد کے لحاظ سے نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بیضوی، رنگ سفید اور اس میں سرخی ملی ہوئی۔ آنکھوں کی پتلیاں بالکل سیاہ، پلکوں کے بال لمبے اور گھنے گھٹنوں، کہنیوں اور کندھوں کی ہڈیاں مضبوط اور موٹی، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر، مبارک ہاتھ اور قدم گوشت سے پر اور بھاری، بال نہ بہت سیدھے اور نہ بہت گھنگریالے، جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ڈھلوان سے نشیب کی طرف اتر رہے ہیں جب کسی پہلو کی چیز کی طرف دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے، (یعنی کنکھیوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کہلاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ دلیر، گفتگو میں سب سے زیادہ سچے، وعدہ کے سب سے زیادہ پابند، طبیعت کے لحاظ سے سب سے زیادہ نرم اور میل ملاقات میں سب سے زیادہ مہربان تھے۔ اللہ کا درود و سلام ہو ان پر۔"

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اپنے ماموں —— ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں کہ "آپ ﷺ کا سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) بڑا تھا پیشانی کھلی اور کشادہ، ابروؤں کے بال خمدار اور لمبے مگر گھنے نہ تھے۔ ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت نمایاں ہوتی آنکھوں کی پُتلیاں بالکل سیاہ اور ان کی سفیدی میں سرخ ڈوروں کی آمیزش تھی۔ چشم مبارک (بغیر سُرمہ لگائے) سُرمگیں، رخسار متناسب اور معتدل ناک ستواں اور نورانی مُنہ (اعتدال کے ساتھ) کشادہ، دانتوں کے درمیان ذرا ذرا فاصلہ، سامنے کے دو دانتوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، مبارک دانت (مسکراتے وقت) اولوں کی طرح چمکتے نظر آتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں دس برس آپ ﷺ کی خدمت میں رہا، اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہ دیکھی، آپ کی مبارک گردن لمبی اور نہایت ہی خوبصورت تھی، دونوں شانوں کے درمیان (اور لوگوں کی نسبت) فاصلہ زیادہ تھا۔ شانے بڑے سینہ کشادہ اور عریض، پیٹ اور سینہ برابر، کپڑا اتارنے کی حالت میں جسم منور چھاتی پر سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر، صرف شانوں، بازوؤں اور سینہ کے اوپر والے حصے پر بال تھے، دونوں قدم اور ہتھیلیاں پُر گوشت چلتے وقت ایسا لگتا جیسے اونچی جگہ سے نیچے اُتر رہے ہیں، ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ "آپ ﷺ کا رنگ بہت ہی خوبصورت تھا اور سفیدی میں سُرخی ملی ہوئی تھی"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "آپ ﷺ کے عمامہ کی لمبائی سات ہاتھ کے برابر تھی، اور اس میں افضل رنگ سفید تھا۔ زیادہ تر احادیث اسی کی فضیلت میں ہیں جیسا کہ احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ، آپ ﷺ نے زرد، کالا اور سبز عمامہ بھی

استعمال کیا ہے۔ موجودہ دور کے لوگوں کے لیے آپ ﷺ کی صفات کو وضاحت سے بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں جدید زبان میں بھی پیش کیا جائے۔

آپ درمیانے قد کے تھے۔ انتہائی خوبصورت، چودھویں کے چاند کی طرح گول چہرہ، رنگ سفید سُرخی لیے ہوئے، بالکل سیاہ آنکھیں، لمبی پلکیں، گھٹنوں، کہنیوں، کندھوں کی ہڈیاں مضبوط اور موٹی، چھاتی پہ بالوں کی باریک لکیر، آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ اور قدم گوشت سے پُر اور بھاری، بال نہ زیادہ گھنگریالے اور نہ بالکل سیدھے، پوری طاقت اور جماؤ کے ساتھ چلتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اونچی جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں، جب مڑنا ہوتا تو پوری طرح مڑتے، سر بڑا، پیشانی کشادہ، آنکھوں کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش ابروؤں کے بال گھنے اور ان میں فاصلہ (بعض لوگوں کی ابروؤں کے بال بالکل ملے ہوتے ہیں) بغیر سرمہ کے سرگیں آنکھیں، رخسار نرم، ناک کی ہڈی لمبی اور مخنی، دہانہ چوڑا، دانت سفید اور ان میں ذرا ذرا فاصلہ گردن لمبی، سینہ کشادہ اور عریض، کندھوں کے درمیان فاصلہ، سینہ اور پیٹ یکساں سینہ اور چھاتی کے نیچے بال نہیں تھے۔ بازوؤں، کندھوں اور سینہ کے اوپر والے حصہ میں بال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کے بہت کھلے تھے۔ جب خوش ہوتے تو رخِ انور بجلی کی طرح چمک اٹھتا، اور جب غصہ میں ہوتے تو غصہ چہرۂ مبارک سے عیاں ہوتا، سر اور ڈاڑھی کے بال گھنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کی لمبائی کان کی لو تک تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس عموماً سفید ہوتا اور کبھی زرد اور سرخ بھی، وصال کے وقت سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں سے بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ خضاب نہیں لگایا، جسم مبارک خوشبو سے معطر، انتہائی صفائی پسند جسم میں بھی اور کپڑوں میں بھی، جو بھی آپ ﷺ کو دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہوجاتا۔ اور جو گھل مل جاتا پیار کرتا، یہ ایسی کامل اور مثالی ذاتی صفات ہیں جو کہیں اور دکھائی نہیں دیتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات

حُسنِ خُلق

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "میں نے سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، بخدا مجھے کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے کیوں کیا اور جو میں نہ کر سکا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن تھا، خدا کی رضا پر راضی اور خدا کی ناراضگی پر ناراض ہوتے، جب دو کاموں کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا جاتا تو آسان کو اختیار کرتے بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہو اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے، کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا الّا یہ کہ اللہ کی حرمت کا معاملہ درپیش ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا — نہ عورت کو نہ خادم کو۔ سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے (کہ اس میں مارا ہو) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال خدمت کی، کبھی ان سے اُف تک نہ کہا، اخلاق کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ اچھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فضول بات نہ کرتے، اور نہ بازار میں اونچی آواز سے بات کرتے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہ دیتے، بلکہ درگزر اور معافی سے کام لیتے، گالی دیتے نہ کسی پر لعنت بھیجتے اور نہ فضول بات کرتے، غصہ کے وقت اتنا فرما دیتے اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

بہت زیادہ خاموش رہتے، بہت ہی کم ہنستے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتے اور دیگر اپنی باتیں کرتے وہ ہنستے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی دنیا کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اس کا ذکر کرتے، اور جب وہ کھانے کی بات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے۔ اپنے گھر اور ساتھیوں میں جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حاضر ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ آیت اتاری

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"

(بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند اخلاق پر ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کرتے اور ان کے ساتھ نرمی اور بھلائی کا برتاؤ کرتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد ہے "تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں"

جب اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے ملتے تو اس کے ساتھ کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ چلا نہ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ مڑتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سلام کہتے اور جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو بھی سلام کہتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و درگزر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ عربی قبائل میں سے قبیلہ دوس نے سرکشی کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رُخ ہوئے اور ہاتھ اٹھا دیئے، لوگوں نے کہا ہلاک ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور

انہیں میرے پاس لے آ "

آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو معاف کر دیا، جب وہ فوت ہوا تو اس کا جنازہ پڑھا اور اس کی قبر تک ساتھ گئے۔

ایک دن آپ ﷺ گہرے حاشیے والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے چادر سے پکڑ کر سخت دیا یا کہ چادر کے کونے کی سخت رگڑ کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن مبارک کی جلد متاثر ہوئی۔ پھر اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ اللہ کے مال میں سے جو آپ ﷺ کے پاس ہے اس میں سے میرے لیے حکم دیجیئے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف التفات فرمایا، مسکرائے اور اسے دینے کے لیے حکم دیا۔

غزوہ حنین میں آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے زیادہ دیا اور ترجیح دی، ایک شخص نے کہا " بخدا اس تقسیم میں انصاف نہیں برتا گیا اور نہ اس سے اللہ کی رضا چاہی گئی " جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا فرمایا " اگر اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا؟ اللہ موسی علیہ السلام پر رحم فرمائے، انہیں اس سے زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔

آپ ﷺ سے کہا گیا کہ مشرکوں کے لیے بد دعا کریں! فرمایا " مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ میں لوگوں کو اللہ کی رحمت سے دور کر دوں، بلکہ میں تو مجسم رحمت ہوں "

جب مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر کعبہ کے دروازے کے کواڑ کو پکڑ کر مشرکین سے پوچھا " تم میرے بارے میں کیا گمان کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم کہتے ہیں کہ " آپ ﷺ

پیارے بھائی اور مہربان چچازاد ہیں،" آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا " کوئی بات نہیں! اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے،" تو وہ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ " تم میں سے کوئی شخص میرے ساتھیوں کے بارے میں مجھے ہرگز کوئی بات نہ پہنچائے، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ بے میل دل کے ساتھ تمہارے ہاں سے رخصت ہوں۔"

آپ ﷺ کی تواضع

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میرے مقام کو اتنا نہ بڑھانا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کے مقام کو بڑھا دیا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، بس تم بھی کہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ"

حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ گھر والوں کے ساتھ مل کر کام کیا کرتے، جب نماز کا وقت آتا تو نماز پڑھنے چلے جاتے۔

آپ ﷺ اس بات کو پسند نہیں کیا کرتے تھے کہ کوئی آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے مقام سے بڑھا کر بیان کرے۔ آپ ﷺ ہر لحاظ سے مکمل انسان تھے، اپنے کپڑے خود صاف کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، اپنا کام بذاتِ خود کرتے، اور گھر میں، گھر کے دوسرے افراد کی طرح کام کیا کرتے، اپنے جوتوں کی مرمت کر لیتے اور اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے۔

غزوہ خندق کے موقع پر مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے اور آپ ﷺ

کا پیٹ مٹی سے اَٹا پڑا تھا. بیماروں کو بیمار پرسی کرتے، جنازے میں شرکت کرتے غلام کی دعوت قبول کر لیتے. فرماتے تھے "اگر مجھے (حلال جانور کا) پایہ بھی دیا جائے تو لے لوں، اور اگر مجھے معمولی چیز ہدیہ میں دی جائے تو بھی ضرور قبول کر لوں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بے پناہ محبت تھی، جب آپ کو دیکھتے تو اس وجہ سے کھڑے نہ ہوتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ تھی.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دروازہ کھلا رکھتے اور پردہ نہ ڈالتے (تاکہ ملنے والوں کو تکلیف نہ ہو) اور تانبے کے بڑے لگن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا پیش کیا جاتا اور نہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوتی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے رہتے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا وہ بآسانی مل سکتا تھا.

زمین پر بیٹھتے اور زمین پر ہی کھانا کھاتے، موٹا جھوٹا لباس پہنتے، گدھے پر بھی سواری کر لیتے اور دوسروں کو اپنے ساتھ سوار بھی کر لیا کرتے.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت (جس کی عقل میں کسی قدر فتور تھا) نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کی ماں! میں حاضر ہوں.

مدینہ منورہ کی بچیوں میں سے کوئی بچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ کھینچتے بلکہ اس کی دلجوئی کرتے. ناک بھوں چڑھاتے نہ کسی بیوہ اور یتیم کے ساتھ چلنے میں بڑائی کرتے بلکہ ان کی ضرورت پوری کر دیتے. منیٰ میں جمرہ پر عام لوگوں کی طرح کنکریاں مارتے، آپ کی آمد پر ہٹو بچو والا منظر نہ ہوتا.

عورتوں کے پاس سے گزرتے تو سلام میں پہل کرتے جیسا کہ بچوں کو سلام کرنے میں کیا کرتے.

اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھ جاتے۔ کوئی اجنبی آتا تو بغیر پوچھے پہچان نہ سکتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! تکیہ لگاکر کھائیں کہ اس میں آرام ہوگا، فرمایا "بلکہ میں تو غلام کی طرح کھانا چاہتا ہوں اور اسی کی طرح بیٹھنا چاہتا ہوں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا ذکر بہت زیادہ کرتے، فضول باتوں سے پرہیز کرتے نماز کو طویل اور خطبہ کو مختصر کرتے، کسی بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے اور اس کی ضرورت کے پورا کرنے میں اپنی بڑائی محسوس نہ کرتے۔ کسی سے مصافحہ کرتے یا کوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک کہ وہ اپنا ہاتھ پیچھے نہ ہٹاتا اور اگر استقبال کرتے تو اس وقت تک اپنا رُخ نہ پھیرتے جب تک کہ وہ چلا نہ جاتا، اپنے کسی ساتھی کی طرف کبھی اپنی ٹانگ پھیلا کر نہ بیٹھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مدارات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، اور لمبی نماز پڑھنا چاہتا ہوں جونہی کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس خیال سے کہ کہیں بچے کی ماں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اپنی نماز کو مختصر کر لیتا ہوں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ الخ

اے رب! انھوں (مورتیوں) نے گمراہی میں ڈالا بہت سے لوگوں کو، سو جس نے پیروی کی میری سو وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے" (ابراہیم ۳۶)

اور عیسیٰ علیہ السلام کا قول جو قرآن نے نقل کیا ہے:۔

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے، اور اگر تو ان کو معاف

کردے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا" (المائدہ ۱۱۸) پڑھیں تو اپنے ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کیا" اے اللہ! میری امت! میری امت" اور رو پڑے۔

آپ ﷺ بہت ہی نرم دل اور مہربان تھے، کچھ لوگ آپ ﷺ کے ہاں بیس دن تک رہے، آپ ﷺ کو اندازہ ہوگیا کہ انہیں گھر والے یاد آرہے ہیں تو ان سے ان کے گھر والوں کی بابت پوچھا، جب انہوں نے حال بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا" اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ اور انہیں میں رہو"

اپنے ساتھیوں میں سے جب کوئی تین دن تک آپ ﷺ کو نظر نہ آتا تو اس کے بارے میں پوچھتے اگر وہ باہر گیا ہوتا تو اس کے لیے دعا کرتے اور اگر موجود ہوتا تو ملتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی بیمار پرسی کرتے۔

شرم وحیاء

آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیاء والے تھے، جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو آپ ﷺ کے ساتھیوں کو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھ کر اس کا اندازہ ہوجاتا تھا اور جو چیز کسی کی آپ ﷺ کی ناگواری کا باعث بنتی اس کا ذکر اس کے سامنے بھی نہ کرتے اور اسی طرح اگر کسی کی کوئی بات آپ ﷺ تک پہنچتی تو بھی اس کا تذکرہ اس سے نہ کرتے کہ تم نے یوں کیا تھا اور آپ ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ ﷺ نے ضرور عطا فرمائی اگر کسی کی کوئی بات پہنچتی تو یوں نہیں فرماتے تھے کہ اس شخص کا کیا حال ہے جو یوں کہتا ہے بلکہ فرماتے، اس قوم کا کیا حال ہے جو یوں کرتی ہے۔

جہانوں کے لیے رحمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ مشرکوں کے لیے بددعا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ میں لوگوں کو اللہ کی رحمت سے دور کروں بلکہ میں تو مجسّم رحمت ہوں"، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے "کہ ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے" وَمَا اَرسَلنَاكَ اِلَّا رَحمَةً لِلعَالَمِینَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی سوالی کے جواب میں "نہیں" کا لفظ ارشاد نہیں فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سخاوت رمضان میں اور بھی بڑھ جاتی تھی، جب جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر رات ملتے اور قرآن مجید کا دور کیا کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ہوا سے بھی بڑھ کر تھی۔

اسلام کے اندر رہتے ہوئے جو چیز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرما دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مانگا، صدقہ کی بکریوں میں سے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمانے کا حکم دیا۔ جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچا تو اس نے کہا "اے قوم! اسلام قبول کر لو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عطا کرتے ہیں کہ پھر فاقہ کا ڈر نہیں رہتا"

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں کے ساتھ حنین سے واپس آرہے تھے تو دیہاتیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا اور کچھ مانگنے لگے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھاؤ کے ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا اور اس دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اُچک لی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری چادر دے دو! کیا تمہیں بخل کا خدشہ ہے؟ اگر میرے پاس کیکر کے ان خاردار درختوں کے برابر بھی سونا ہوتا تو ضرور اسے بھی تم میں تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ سخی تھے۔

ایک دن مدینہ منورہ میں ایک پراسرار آواز کی وجہ سے گھبراہٹ پھیل گئی تو لوگ اس آواز کی سمت چل پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں واپس آتے ہوئے ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ننگی پشت پر اس گھبراہٹ والی آواز کا حال معلوم کرنے تشریف لے گئے۔ گھوڑے کی پیٹھ پر زین بھی نہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں تلوار تھی فرمایا کہ ''گھبراؤ نہیں''، غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے اِدھر اُدھر ہو جانے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہ ہٹے، اس طرح چھوٹی سی جماعت کے ساتھ، اپنے ساتھیوں کو دوبارہ اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے، پھر بہادروں کی طرح لڑتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ثابت قدمی کے باعث مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا۔

غزوۂ حنین میں اپنے اہل بیت اور دس ساتھیوں کے ساتھ جمے رہے۔ مشرکوں کے ساتھ سخت لڑائی کی یہاں تک کہ فتح پائی، مسلمان اس حالت میں واپس

آئے کہ انہوں نے مشرکوں کے بہت سے قیدی بھی پکڑ لیے تھے۔

بطلِ اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم نے بدر میں آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دشمن کے سب سے زیادہ قریب تھے اور بہت ہی مضبوط اور ہم آپ ﷺ کی پناہ میں آجاتے تھے انہی کا ارشاد ہے کہ "جب سخت جنگ ہوتی اور لوگ گھتم گتھا ہو جاتے تو ہم آپ ﷺ کے ہاں آکر پناہ لیتے اور بچپت محسوس کرتے، اور ان سے زیادہ دشمن کے اور کوئی قریب نہ ہوتا تھا"

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم سخت جنگ کے وقت آپ ﷺ کے پاس آکر ہی بچپت میں ہوتے، اور ہم میں سے اگر کوئی بہادر دشمن کے سامنے ہوتا تھا، وہ آپ ﷺ کی ذات ہے۔

الجهاد

جہاد کے بارے میں چند قرآنی آیات کا ترجمہ

(۱) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

(۱) "اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر، اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔" (سورۂ انفال آیت: ۶۰)

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

(۲) ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر شبہ نہ لائے

اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے، وہ لوگ جو ہیں وہی ہیں سچے"

(سورۃ الحجرات: آیت: ۸)

(۳) وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ ○

(۳) اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ تعالیٰ ہی کا، پھر اگر وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں، مگر ظالموں پر" (سورۃ البقرہ آیت: ۱۹۳)

(۴) وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا، وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ○

(۴) اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! نکال ہم کو اس بستی سے، کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ، اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مدد گار" (النساء: ۷۵)

(۵) اَلَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ، فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ○

(۵) جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں سو لڑتے

ہیں شیطان کی راہ میں، سو لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے، بے شک فریب شیطان کا کمزور ہے۔" (النساء: ۷۶)

(۶) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔

(۶) "اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بیشک خوب سنتا جانتا ہے۔" (البقرہ: ۲۴۴)

(۷) إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ، وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ، فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔

(۷) "اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ، سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے، اور یہی ہے بڑی کامیابی۔"

(التوبہ: ۱۱۱)

(۸) فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۔

(۸) "سو چاہیئے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں، پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب"۔ (النساء: ۷۴)

(۹) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

(۹) اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے، اور کسی پر زیادتی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو ۝ اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا، اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے"، (البقرۃ آیت ۱۹۰ - ۱۹۱)

(۱۰) قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ، وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

(۱۰) لڑو ان سے تا عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے، اور تم کو ان پر غالب کرے، اور ٹھنڈے کرے دل مسلمان لوگوں کے ۝ اور نکال دے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس کو چاہے گا، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (التوبہ: ۱۴ - ۱۵)

(۱۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم

مِائَۃً یَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا ، فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ

مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ، وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا

اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ، وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۞

(۱۱) اے نبی! شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا، اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب بوجھ ہلکا کر دیا۔ اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے. سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اگر ہوں تم میں ہزار تو غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے، اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے ،، (انفال ۶۵-۶۶)

(۱۲) قُلْ : اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَھَا وَمَسٰكِنُ

تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

(۱۲) " تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور حویلیاں (مکانات) جن کو پسند کرتے ہو، تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ،، (التوبہ: ۲۴)

(۱۳) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَّاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥

(۱۳) کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے سوا اللہ کے اور اس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی، اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو"

(التوبہ: ۱۶)

(۱۴) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ

(۱۴) کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو"

(آل عمران: ۱۴۲)

(۱۵) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ

(۱۵) اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تا معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی کرنے والے ہیں اور قائم رہنے والے، اور تحقیق کر لیں تمہاری خبریں"، (محمدؐ ۳۱)

(۱۶) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ

سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ، أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ، فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ. إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(۱۶) اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر، کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر، سو نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک، اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا، اور کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا، اور اللہ سب چیز پر قادر ہے" (التوبہ ۳۸-۳۹)

(۱۷) فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ، قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ

(۱۷) "خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں، اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں، تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے، اگر ان کو سمجھ ہوئی"

(توبہ - ۸۱)

(۱۸) لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَاللهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ

(۱۸) "نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے، اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو ۔ رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر، اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے، سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں"

(التوبہ ۴۴ - ۴۵)

(۱۹) أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

(۱۹) "حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں، اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے"

(الحج ۳۹ - ۴۰)

(۲۰) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ، وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ.

(۲۰) "فرض ہوئی تم پر لڑائی، اور وہ بُری لگتی ہے تم کو، اور شاید کہ تم کو بُری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں، اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو، تمہارے حق میں، اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے"

(البقرہ : ۲۱۶)

(۲۱) إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ

(۲۱) "اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسا پلائی ہوئی" (الصّف : ۴)

(۲۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(۲۲) "اے ایمان والو! جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد کو پاؤ" (انفال: ۴۵)

(۲۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَّاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

(۲۳) اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے، اور چاہیئے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی، اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے۔

(التوبہ : ۱۲۳)

(۲۴) فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ، حَتّٰى إِذَا

أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ، فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً، حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ط

(۲۴) سو جب تم مقابل ہو منکروں کے تو مارو گردنیں، یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو ان کو تو مضبوط باندھ لو قید، پھر یا احسان کیجیو اور یا معاوضہ لیجیو یہاں تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار، یہ سن چکے اور اگر چاہے اللہ تو بدلا لے ان سے پر جانچنا چاہتا ہے تمہارے ایک سے دوسرے کو" (محمد: ۴)

(۲۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

(۲۵) اے ایمان والو! جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں، تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا، سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں، تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے، پھر اللہ نے تم پر فضل کیا، سو اب تحقیق کر لو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔" (النساء: ۹۴)

(۲۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا

تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ۔ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلٰى فِئَةٍ ، فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

(۲٦) اے ایمان والو! جب بھڑو تم کافروں سے ، میدانِ جنگ میں، تو مت پھیرو ان سے پیٹھ، اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں، سو پھرا وہ اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانہ ہے۔ (انفال : ۱۵-۱٦)

(۲۷) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(۲۷) "اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں" (البقرة : آیت ۱۵۴)

(۲۸) وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ

(۲۸) "اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں، تو نہ ضائع کرے گا وہ ان کے لیے کام" "ان کو راہ دے گا اور سنوارے گا ان کا حال"، اور داخل کرے گا ان کو بہشت میں جو معلوم کرا دی ہے ان کو۔ (محمدؐ : ۴، ۵، ٦)

(۲۹) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ، بَلْ أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ، وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ، اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(۲۹) اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں، مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے، اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے، اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم"

(آل عمران : ۱۶۹ - ۱۷۰)

(۳۰) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ، خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

(۳۰) جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کے لیے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں، اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ؕ خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا، اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا، رہا کریں ان میں مدام، بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے"

(التوبہ ۲۰ - ۲۲)

(۳۱) لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا

عَظِيْمًا۔ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

(۳۱) "برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں، اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں، اپنے مال سے اور جان سے، اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ، اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا، اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم ط

جو کہ درجے ہیں اللہ کی راہ سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ہ" (النساء ۹۵-۹۶)

(۳۲) إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ

(۳۲) "ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی، دنیا میں اور جب کھڑے ہوں گے گواہ" (المومن : ۵۱)

(۳۳) وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ۔ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ ہ

(۳۳) اور اللہ ضرور مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی، بیشک اللہ زبردست ہے زور والا وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے، اور آخر ہر کام کا اللہ کے اختیار میں ہے" (الحج ۴۰-۴۱)

جہاد کے بارے میں چند احادیث

۱۔ عَن أبی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ: قلت یارسول اللہ ای الأعمال أفضل؟ قال: الایمان باللہ والجہاد فی سبیلہ۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالےٰ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد" (بخاری ومسلم)

۲۔ عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جاھدوا المشرکین بأموالکم وأنفسکم وألسنتکم) (احمد ونسائی)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "مشرکوں کے ساتھ اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کرو" (ابوداؤد، النسائی)

۳۔ عن أبی سعید الخدری: قیل: یارسول اللہ: أی الناس افضل؟ قال: (مؤمن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ)

(۳) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے بہتر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ مومن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو۔"

(بخاری و مسلم)

۴۔ عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (جاهدوا فی سبیل الله، فإنّ الجهاد فی سبیل الله باب من ابواب الجنة، ینجی الله تبارك وتعالیٰ به من الهم والغم)

(۴) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرو، پس اللہ کی راہ میں جہاد جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ فکر اور پریشانی سے نجات دیتا ہے۔

(مسند احمد)

۵۔ وروی الترمذی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (ألا تحبون أن یغفر الله لکم ویدخلکم الجنة؟ أغزوا فی سبیل الله من قاتل فی سبیل الله فواق ناقة وجبت له الجنة)

(۵) آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے؟" "اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جس نے اونٹنی پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کیا اسے جنت بخش دی گئی۔"

(ترمذی)

٦۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: إن رجلاً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بشعب فيه عين من ماء عذب، فاعجبته فقال: لو اعتزلت الناس فاقمت في هذا الشعب، ولا أفعل حتى أستأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: (لا تفعل؛ فإن مقام أحدكم في سبيل الله أفضل من صلاته سبعين عاماً)

(٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک کا گزر ایسی گھاٹی سے ہوا جس میں میٹھے پانی کا چشمہ تھا، وہ اس کو بھا گیا (اچھا لگا) اس نے کہا کہ لوگوں کو چھوڑ کر میں کیوں نہ یہیں ٹھہر جاؤں؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ایسا نہ کروں گا۔ اس نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ایسا نہ کرنا! اس لیے کہ تمہارے کسی آدمی کا اللہ کی راہ کے جہاد میں قیام اس کی ستر سال کی نمازوں سے کہیں بڑھ کر ہے"

(ترمذی)

٧۔ وعن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (رباط يوم في سبيل الله خير من الدنيا وما عليها، والروحة يروحها العبد في الجهاد في سبيل الله ولغدوة خير من الدنيا وما عليها)

(٧) سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں ایک دل کا بہرہ دینا دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے۔ ایک شام یا صبح جو اللہ کی راہ کے جہاد میں کٹے وہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے" (متفق علیہ)

٨۔ وروی أبو داود أن رجلا قال: یا رسول اللہ: ائذن لی فی السیاحة، فقال النّبی صلی اللہ علیہ وسلم: إن سیاحة أمتی الجهاد فی سبیل اللہ عز وجل)

(٨) ابو داؤد کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے"

٩۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجهاد ماض إلی یوم القیامة)

(٩) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنت تلواروں کے سائے تلے ہے" (رواہ مسلم)

١٠۔ وقال علیہ الصلاة والسلام: الجنة تحت ظلال السیوف)

(١٠) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جہاد قیامت تک جاری رہے گا"

١١- روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث جيشا فيهم عبد الله ابن رواحة، فتأخر ليشهد الصلاة مع النبى صلى الله عليه وسلم، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: والذى نفسى بيده لو أنفقت ما فى الارض ما أدركت فضل غزوتهم)

(١١) بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا جس میں عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ مگر وہ اس لیے پیچھے رہ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم وہ سب کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردو جو زمین میں ہے تو ان کی فضیلت جہاد کو نہیں پا سکتے۔ (جو تم سے پہلے ادائیگی نماز سے قبل چلے گئے)

١٢- وقال صلى الله عليه وسلم: (لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد ونية، وإذا استنفرتم فانفروا)

(متفق عليه عن ابن عباس)

(١٢) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور اس کی نیّت ہے پس جب تم سے جہاد میں نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو"!

(بخاری و مسلم)

١٣- وقال عليه افضل الصلاة والسلام: (لأن أشيع غازياً غدوة غزوة أو روحة أحب إلى من الدنيا وما فيها)

(۱۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " اگر صبح یا شام میں کسی غازی کو رخصت کروں تو وہ مجھے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے زیادہ پسند ہے "

۱۴۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال (وإذا ترکتم الجھاد سلط اللہ علیکم ذلا لا ینزعہ عنکم حتی ترجعوا إلی دینکم)

(۱۴) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جب تم جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالٰی تم پر ایسی ذلت مسلط کر دیں گے۔ جو بغیر تمہارے دین کی طرف لوٹنے کے نہیں ہٹے گی (یعنی جو اس وقت تک نہیں ہٹے گی جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ)

۱۵۔ وقال علیہ أفضل الصلاۃ والسلام: لغدوۃ أو روحۃ فی سبیل اللہ، خیر مما طلعت علیہ الشمس)

(۱۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا شام جن جن چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے اس سے بہت بہتر ہے۔

۱۶۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم: (خیر الناس رجل ممسک بعنان فرسہ فی سبیل اللہ، کلما سمع ھیعۃ طار إلیھا)

(۱۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اچھا وہ آدمی ہے جو اللہ کی راہ میں گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے جدھر حملے کی خبر سنتا ہے وہاں اڑ کر پہنچ جاتا ہے،

۱۷- وقال عليه الصلاة والسلام (مثل المجاهد في سبيل الله كمثل الصائم القائم القانت بآيات الله، لا يفتر من صيام وصلاة حتى يرجع المجاهدون)

(۱۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے راستے کے مجاہد کی مثال اس روزہ دار کی طرح ہے جو رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑا رہتا ہو اور اللہ کی آیات کے سامنے مؤدب ہو، جو ہمیشہ روزے سے ہو اور اسے نماز سے فرصت ہی نہ ہو۔ یہاں تک مجاہد جہاد سے واپس آجائیں" (بخاری و مسلم)

۱۸- وعن سلمان الفارسي رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (من رابط في سبيل الله، كان له كصيام شهر وقيامه)

(۱۸) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیا اس کے لیے ایک ماہ کے روزوں اور نماز تہجد جتنا ثواب ہے"

۱۹- وقال صلى الله عليه وسلم: (الخيل معقود في نواصيها الخير والأجر والمغنم إلى يوم القيامة)

(۱۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک خیر و بھلائی اجر اور مالِ غنیمت لکھ دیا گیا ہے" (بخاری مسلم)

۲۰۔ وقال صلى الله عليه وسلم: (من رابط لله حارساً من وراء المسلمين، كان له مثل أجر من خلفه ممن صام وصلى)

(۲۰) فرمایا "جس نے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر پہرہ دیا اُسے اس کے پس پشت جتنے مسلمانوں نے روزہ رکھا اور نمازیں ادا کیں کے برابر اجر ملے گا۔

۲۱۔ وقال عليه أفضل الصلاة والسلام: (من راح روحة في سبيل الله، كان له بمثل ما أصابه من الغبار مسكاً يوم القيامة)

(۲۱) فرمایا "جو اللہ کی راہ میں چلا، جتنا غبار اس پر پڑے گا قیامت میں اتنا ہی مشک (کستوری) اسے ملے گا"

۲۲۔ وقال عليه الصلاة والسلام: (إن الله يدخل بالسهم الواحد ثلاث نفر الجنة: صانعه يحتسب في صنعه الخير، والرامي به، ومنبله... وارموا واركبوا، وإن ترموا أحب إلي من أن تركبوا. ومن ترك الرمي بعد ما علمه رغبة عنه فإنها نعمة تركها أو قال كفرها)

(۲۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک تیر کے بدلے اللہ تعالیٰ تین افراد کو جنت میں داخل فرمائیں گے،، اس کے بنانے والے کو جو ثواب کی نیت سے بناتا ہو۔ پھینکنے والے کو اور اس میں نوک لگانے والے کو، اس کی نوک سیدھی کرنے والے کو، خوب تیراندازی اور گھوڑ سواری کی مشق کرو، لیکن اگر تم تیراندازی کرو، تو وہ مجھے گھوڑ سواری سے زیادہ پسند ہے اور جس نے سیکھنے کے بعد تیراندازی ترک کر دی تو گویا اس نے ایک نعمت ترک کر دی۔ یا فرمایا کہ اس نے نعمت کی ناقدری کی" (ترمذی، ابوداؤد)

۲۳۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم (والذی نفسی بیدہ، ما شحب وجہ ولا اغبر قدم فی عمل یبتغی بہ درجات الجنۃ بعد الصلاۃ المفروضۃ کجہاد فی سبیل اللہ ولا ثقل میزان عبد کدابۃ تنفق لہ فی سبیل اللہ أو یحمل علیھا فی سبیل اللہ عز وجل)

(۲۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے فرض نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی ایسا عمل نہیں جس سے جنت کے درجات کی طلب کی جائے جس میں چہرہ اور قدم غبار آلود ہوں، میزان عمل کو اس جانور سے زیادہ جس پر جہاد کے دوران خرچ کیا جائے یا سوار ہوا جائے کوئی چیز زیادہ وزنی نہیں بنا سکتی"

۲۴۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم: (من رمی بسہم فھو لہ عدل محرر)

(۲۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ کے لیے تیر پھینکا اسے غلام آزاد کرنے والے کے برابر اجر ملے گا" (بیہقی، ابوداؤد، ترمذی)

۲۵۔ وقال علیہ أفضل الصلاۃ والسلام: (من رمی بسہم فی سبیل اللہ بلغ العدو أو لم یبلغ کان لہ کعتق رقبۃ)

(۲۵) فرمایا "جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا وہ نشانے پر بیٹھا یا خطا ہوا اسے غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا"

۲۶۔ وعن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من لم يغز ولم يجهز غازياً او يخلف غازياً في اهله بخير أصابه الله بقارعة قبل يوم القيامة)

(۲۶) ابو امامہ باہلی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے خود غزا جہاد کیا اور نہ کسی غازی کو سامانِ جنگ دے کر تیار کیا اور کسی غازی کے بچوں کی کوئی خیر خبر لی، اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو قیامت سے پہلے ہلا دینے والے عذاب سے دوچار کر دیں گے" (رواہ ابوداؤد)

۲۷۔ وقال رسول الله عليه وسلم: (من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا، ومن خلف غازياً في سبيل الله في أهله بخير فقد غزا)

(۲۷) فرمایا کہ "جس نے اللہ کی راہ میں سامانِ جنگ سے کسی غازی کو تیار کیا اور جس نے اللہ کی راہ کے کسی غازی کے بال بچوں کی خبر لی تو گویا اس نے خود جہاد کیا" (بخاری و مسلم)

۲۸۔ وقال عليه أفضل الصلوٰة والسلام: (من جهز غازياً في سبيل الله، كان له مثل أجره من غير أن ينقص من أجر الغازي شيئاً)

(۲۸) فرمایا "جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو مسلح کیا اُسے غازی کے برابر اجر ملے گا۔ مگر غازی کے اپنے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی"

۲۹۔ عن أبي هريره رضي الله عنه فيما رواه مسلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال: (من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بغزو، مات على شعبة من النفاق)

(۲۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اس حال میں مرا کہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ اپنے آپ کو جہاد کا مشورہ دیا۔ وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا" (رواہ مسلم)

۳۰۔ وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: (ألا انبئکم بلیلة هی أفضل من لیلة القدر حارس یحرس فی سبیل الله، فی أرض خوف، لعله یثوب إلی أهله أو رحله)

(۳۰) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا میں تمہیں ایسی رات نہ بتاؤں جو شب قدر سے بھی افضل ہو؟ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ کی راہ کا پہرہ دار سرزمینِ خوف میں اس لیے پہرہ دے کہ دشمن اس کے خاندان یا سواری تک نہ پہنچنے پائے"

۳۱۔ وعن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: (من رابط لیلة فی سبیل الله سبحانه وتعالیٰ، کانت کألف لیلة صامها وقامها)

(۳۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے اللہ کی راہ میں ایک رات جنگی پوزیشن میں گزار دی۔ ثواب کے لحاظ سے ایسی ہے جیسے اس نے ہزار راتیں روزہ اور قیام میں گزار دیں"

۳۲ - وعن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (ليس شيء أحب إلى الله من قطرتين وأثرين: قطرة من دموع في خشية الله، وقطرة من دم في سبيل الله. أما الأثران، فأثر مجاهد في سبيل الله. وأثر في فريضة من فرائض الله)

(۳۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشان بہت ہی پیارے ہیں (اور کوئی چیز ان سے زیادہ پیاری نہیں) ایک وہ قطرہ (آنسو) جس کا باعث اللہ کا خوف ہو، اور ایک وہ قطرۂ خون جو اللہ کی راہ میں انسان کے بدن سے نکل آئے، نشانوں میں سے ایک نشان تو مجاہد فی سبیل اللہ کے قدم کا ہے اور دوسرا فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کا نشان" (ترمذی)

۳۳ - وقال صلى الله عليه وسلم: (من غزا في البحر غزوة في سبيل الله - والله أعلم بمن يغزو في سبيله فقد أدى إلى الله طاعته كلها، وطلب الجنة كل مطلب، وهرب من النار كل مهرب)

(۳۳) فرمایا "جس نے سمندر میں اللہ کے لیے جہاد کیا اور اللہ کے علم میں ہے جو اس کے لیے جہاد کرتا ہے پس اس نے اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا اور جنت کو صحیح طلب کی جگہ پر طلب کیا اور جہنم سے صحیح رخ کو بھاگا"

۳۴. وقال عليه أفضل الصلاة وأزكى السلام:
(لا يجتمع غبار في سبيل الله ودخان جهنم في منخري رجل مسلم)

(۳۴) فرمایا "اللہ تعالےٰ کی راہ کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں کسی مسلمان (مجاہد) کے نتھنوں میں یکجا نہیں ہو سکتا"۔ (ترمذی، نسائی)

۳۵. وعن عبد الله بن العباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (عينان لا تمسهما النار. عين بكت من خشية الله تعالىٰ، وعين تحرس في سبيل الله)

(۳۵) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو آنکھوں کو کبھی آگ نہ چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی۔ اور دوسری وہ آنکھ جس نے رات اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے گزار دی"۔

(ترمذی)

۳۶. وعن أبي الدرداء رضي الله عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من اغبرت قدماه للجهاد في سبيل الله، حرم الله سائر جسده على النار)

(۳۶) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اپنے قدموں کو جہاد فی سبیل اللہ میں غبار آلود کیا اس کے تمام جسم کو اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دیتے ہیں"۔

۳۷ - وعن أنس رضی اللہ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: (ما من عبد یموت لہ عند ربہ خیر، یسرہ أن یرجع إلی الدنیا وأن لہ الدنیا وما فیہا، إلا الشہید لما یری من فضل الشہادۃ، فإنہ یسرہ أن یرجع إلی الدنیا فیقتل مرۃ أخری)

(۳۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شہید کے سوا کوئی ایسا مرنے والا نہیں ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی نیکی ہو اور اسے یہ بات پسند ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہے اسے سارا دے دیا جائے اور اسے دنیا میں واپس کیا جائے، جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا تو آرزو کرے گا کہ اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ایک بار پھر وہ اللہ کے نام پر قتل کیا جائے" (بخاری ومسلم)

۳۸ - وعن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال (الجہاد فی سبیل اللہ باب من أبواب الجنۃ، ومن ترک الجہاد فی سبیل اللہ ألبسہ اللہ الذل وشملہ البلاء ودیس بالصغار وسیم بالخسف ومنع النصف)

(۳۸) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اور جس نے جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اُسے ذلت کا لباس پہنائیں گے. اُسے ناگہانی آفتوں سے دوچار کریں گے. اور رسوائیوں میں اسے روندا جائے گا. دھنسانے سے معروف کیا جائے گا اور رزق تنگ کر دیا جائے گا."

۳۹۔ وعن أبی هریرة رضی الله عنه، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (تضمن الله لمن خرج فی سبیله لا یخرجه إلا جهاد فی سبیله وإیمان بی وتصدیق برسلی فهو ضامن أن أدخله الجنة أو أرجعه إلی منزله الذی خرج منه بما نال من أجرٍ أو غنیمة والذی نفس محمد بیده ما من کلم یکلم فی سبیل الله إلا جاء یوم القیامة کهیئة یوم کلم: لونه لون دم، وریحه ریح مسك، والذی نفس محمد بیده لوددت أن أغزو فی سبیل الله، فأقتل ثم أغزو فأقتل ثم أغزو فاقتل)

(۳۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ضامن ہو جاتے ہیں اس شخص کے جسے صرف جہاد فی سبیل اللہ ہی نے اس راستہ میں نکالا ہو، مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے سے اسے نکالا ہو، پس وہ اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرنے کے ضامن ہیں، یا یہ کہ اسے اجر و غنیمت سے مالا مال کر کے اس کے گھر بخیریت لوٹانے کے ضامن ہیں اور قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جسے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی کیا گیا وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی حالت میں لایا جائے گا، اس کے زخموں کا رنگ تو اگرچہ خون جیسا ہو گا مگر اس کی خوشبو مشک اور کستوری کی ہو گی، اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے میں آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں، پس قتل کیا جاؤں پھر جہاد کروں پھر قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر قتل کیا جاؤں،، (بخاری و مسلم)

۱۴۰۔ وعن أبي موسى الحارثي رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من اغبرت قدماه في سبيل الله، حرمه الله على النار)

(۱۴۰) ابوموسی حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے قدم اللہ تعالی کی راہ میں غبار آلود ہوئے اسے اللہ تعالے جہنم کی آگ پر حرام کر دیں گے،،

۱۴۱۔ وعن أبي هريرة رضي الله عنه: قيل يا رسول الله ما يعدل الجهاد في سبيل الله عز وجل قال: (لا تستطيعونه)، فأعادوا عليه مرتين أو ثلاث، كل ذلك يقول: (لا تستطيعونه) وقال في الثالثة: (مثل المجاهد في سبيل الله كمثل الصائم القائم القانت لآيات الله، لا يفتر من صلاة ولا صيام، حتى[1] يرجع المجاهد في سبيل الله)

(۱۴۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کس عمل کے برابر ہے ؟ فرمایا کہ تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، یہ مکالمہ دو یا تین مرتبہ ہوا، تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ،، مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس روزہ دار، شب بیدار، اللہ کی آیات کے سامنے

جھک جانیوالے کی طرح ہے جو نماز اور روزہ میں ایک دن کا بھی وقفہ نہ کرے حتیٰ کہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس آجائے۔" (بخاری ومسلم)

۴۲ - وعن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: (یا أبا سعید! من رضی باللہ ربًا وبالإسلام دینًا وبمحمد نبیًا وجبت لہ الجنۃ ثم قال أبو سعید: أعدھا علی یا رسول اللہ، ففعل ثم قال: (وأخری یرفع بھا العبد مائۃ درجۃ فی الجنۃ، ما بین کل درجتین کما بین السماء والأرض)، قال: وما ھی یا رسول اللہ؟ قال: (الجھاد فی سبیل اللہ)

(۴۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوسعید! جو شخص اللہ کی ربوبیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کو اپنا دین بنا کر دل سے راضی ہوا، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی ابوسعید نے عرض کی کہ اسے دہرا دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان کو دہرا دیا، پھر فرمایا" دوسری چیز جس سے آدمی کے جنت میں سو درجے بلند ہوتے ہیں اور دو درجوں کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان جتنا ہوگا، ابوسعید نے پوچھا کہ وہ کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عمل اللہ کی راہ میں جہاد کا ہے۔" (مسلم)

۴۳ - وقال علیہ أفضل الصلاۃ والسلام: (کل المیت یختم علی عملہ إلا المرابط، فإنہ ینمولہ عملہ إلی یوم القیامۃ)

(۴۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر مرنے والے کے عمل اس کی موت سے ختم ہو جاتے ہیں سوائے اس شخص کے جو مجاہد فی سبیل اللہ ہو اس کا عمل قیامت تک برابر بڑھتا رہتا ہے۔" (مشکوٰۃ)

۴۴۔ وعن أبی هریرة رضی الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (ما يجد الشهيد من مس القتل، إلا كما يجد أحدكم من مس القرصة)

(۴۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شہید کو شہادت کے وقت اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہو سکتی ہے۔" (ترمذی)

۴۵۔ وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (للشهيد عند الله سبع خصال يغفر له أول دفعة ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن الفزع الأكبر، ويوضع) على رأسه تاج الوقار

(۴۵) فرمایا "شہید کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے سات انعامات ملتے ہیں پہلی بار ہی مغفرت ہو جاتی ہے، جنت کا ٹھکانا اسے دکھا دیا جاتا ہے، عذابِ قبر سے اسے پناہ دی جاتی ہے، بڑی گھبراہٹ سے مامون و محفوظ رہتا ہے اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھ دیا جاتا ہے"۔

حاشیہ صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں

۴۶۔ وقال عليه الصلاة والسلام: (يشفع الشهيد في سبعين من أهل بيته)

(۴۶) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "شہید کی سفارش اپنے خاندان کے ستر افراد کے بارے میں مقبول ہوتی ہے۔"[1] (ترمذی)

---

[1] ترمذی شریف کی روایت میں ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، "شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھ انعامات ملتے ہیں۔ پانچ تو یہی ہیں جو مذکورہ حدیث میں بیان ہوئے البتہ سر پر وقار کا تاج جو رکھا جائے گا۔ اس کی تفصیل بھی ہے کہ "اس میں سے ایک یاقوت بھی دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا، اور ۷۲ بیویاں حوریں ملیں گی اور وہ اپنے رشتہ داروں میں سے ستر کی سفارش کرے گا۔"

شارح حدیث نے لکھا ہے کہ اسے بہت سی حوریں ملیں گی اور کم درجہ کے جنتی کو بھی ستر حوریں ملیں گی اور دنیا کی عورتوں (بیویوں) میں سے بھی دو ملیں گی۔

(محمد خلیل الخطیب، خطب المصطفیٰ: ص ۲۵)

بحیثیت سپہ سالار تعمیرِ انسانیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوناگوں صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مالک تھے۔ پوری انسانیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل مثالیں چھوڑی ہیں جن سے ہر زمانے میں پوری انسانیت سبق حاصل کرتی رہے گی۔ خاص طور پر عسکریت کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی وشافی ہدایات چھوڑی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی حیاتِ انسانی کے اس شعبہ کے بہت ہی قریب رہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو تائیدِ الٰہی حاصل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر کامیابی میں اس کا بڑا عمل دخل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک وقت بشیر بھی تھے اور نذیر بھی، فقیہہ بھی تھے اور قاضی بھی، امورِ سیاست کے ماہر بھی اور اعلیٰ ترین مدبر بھی، سپہ سالار بھی اور سپاہی بھی، تائیدِ الٰہی کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر کامیابی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی صلاحیتوں کا بڑا عمل دخل تھا اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اس طرح وضاحت کی ہے۔ "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بہترین نمونہ

---

[1] اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو جہاں بھیجے اپنے احکام (الانعام: ۱۲۵)

تھے اور اپنے وصال کے بعد ہر زمان و مکان میں تمام مسلمانوں کے لیے دائمی نمونہ عمل
ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے
اس کے لیے جو کوئی اللہ اور آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے[1]
ذات رسالتمآبؐ میں تمہارے لیے کامل نمونہ ہے "اسوۂ حسنہ" کا
مقصد ہی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و اعمال کی پوری پیروی کی جائے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر صلاحیتوں
کا نچوڑ ہیں اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ اور صفات محبوبہ کا
آئینہ ہیں، جن کی اتباع لازم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے، اللہ کی طرف سے پوری
انسانیت کے لیے رہبر و رہنما بنا کر بھیجے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے
لیے رحمت بنا کر مبعوث کیے گئے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی خصوصیت ہے جو
دنیا کے کسی دوسرے انسان کے حصہ میں نہ آسکی۔

(۲) یہ بات طے شدہ ہے کہ پوری انسانیت زندگی کے ہر شعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہر عمل سے کامل نمونہ حاصل کر سکتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اور اعلیٰ خصوصیات
سے ہر انسان اپنی عملی زندگی میں روشنی حاصل کر سکتا ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی یہ منفرد صلاحیتیں تمام انسانوں کے لیے روشنی کا چراغ ہیں، ہر دور اور زمانہ کے لیے
ہدایت کا مینار ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ اور ہر موڑ پہ انہیں روشنی بہم پہنچاتی ہیں منزلِ
حیات عطا کرتی اور زندگی کی راہوں میں چلنے والوں کے لیے نُور ہیں

آج کی جنگ کا رُخ اسرائیل کی طرف ہے۔ اسرائیل کے پاس عرب ملکوں پر قبضہ
کرنے کا وسیع پروگرام ہے، اپنے اس ارادہ کا وہ اعلان کرتا ہے۔ ایسے میں اسرائیل

---

[1] احزاب : ۲۱

سے نمٹنے کے لیے عربوں کو اپنے حال اور مستقبل دونوں میں آپ ﷺ کی جنگی صلاحیتیں بطورِ رہنما کے کام آسکتی ہیں آج کے دورِ عصبیت میں صرف آپ ﷺ کی ہدایت کا چراغ ہی روشنی مہیا کر سکتا ہے۔

میں نے آپ ﷺ کی سیرتِ پاک کو پڑھ کر محسوس کیا ہے آپ ﷺ کی صلاحیتیں ہی وہ صلاحیتیں ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ہی ہر انسان کامیاب ہو سکتا ہے آپ ﷺ کی صلاحیتیں اور خصوصیات منفرد اور ممتاز ہیں اور یہ خصوصیت تو سب سے ممتاز ہے کہ صحیح کام کے لیے صحیح آدمی کا انتخاب ہو، میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ﷺ اپنی اس خصوصیت میں سب سے ممتاز ہیں اور اسی چیز نے آپ ﷺ کی ہر کامیابی کو ممکن بنایا! میدانِ جنگ ہو یا صلح کا معاہدہ، ہر جگہ آپ ﷺ کی یہ خوبی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کی صلاحیتوں کو بخوبی جانتے تھے، ہر وہ خوبی جو کسی صحابی میں ممتاز ہوتی آپ ﷺ نئی جمعیت اسلامی کے لیے اس سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے، اسی طرح آپ ﷺ ان کی خامیوں سے بھی واقف تھے، اگر کسی میں کوئی کمی دیکھتے تو چشم پوشی فرماتے، اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ فرماتے۔ بلکہ ان کی اچھی صفات کو سامنے لاتے اور صحابہ کو بھی ایک دوسرے کی خامیوں سے صرفِ نظر کا حکم دیتے تھے۔ انہیں بھی یہی حکم تھا کہ باہمی خوبیوں ہی کا تذکرہ ہوا کرے، اور بالکل بھائیوں کی طرح رہا کریں۔

پوری زندگی میں آپ ﷺ کا یہی طرزِ عمل رہا کہ اپنے صحابہ کی خوبیوں کا تذکرہ فرماتے اور ان کو مسلمانوں کے عام مفاد میں لاتے، اپنی مخصوص حکمتِ عملی اور دانائی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت کیا کرتے، ویسے ہی جیسے ایک شفیق باپ اولاد کی کرتا ہے۔ اس عمدگی اور خوبی سے انسانوں کی تعمیر کی، انہیں گرانے

کے بجائے اوپر اٹھایا، جس میں کجی دیکھی اس کی اصلاح کی، اسے توڑا نہیں۔ اسے حال اور مستقبل دونوں کے لیے قابل اور مضبوط بنا دیا۔

آپ ﷺ علم الیقین کی دولت سے مالا مال تھے، آپ ﷺ پوری طرح جانتے تھے کہ ہر انسان میں اپنی مخصوص خوبیوں کے ساتھ چند خامیاں بھی ہوتی ہیں، کیونکہ کمال ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ اسی کے تحت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبیوں کو اجاگر کرتے، ان کی رہنمائی اور تربیت کرتے، جس سے ان کی خوبیوں کو اور جلا ملتی تھی۔ پھر ان کی خامیوں سے آپ ﷺ کی چشم پوشی نے ان خامیوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور رفتہ رفتہ وہ خامیاں دور ہو گئیں اور ان کا اثر بھی ختم ہو گیا۔

آپ ﷺ پوری طرح جانتے تھے کہ ہر نقصان بنیادی طور پر چند نقائص کا حامل ہوتا ہے اور عقل مند کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے ان نقائص اور خامیوں پر نظر رکھے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی خامیوں سے صرفِ نظر کر کے ان کی خوبیوں سے عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے کام لیتے، کسی کی خامیاں اس کے لیے وبالِ جان اور روگ نہ بنتیں، کیونکہ اس کی شخصیت کا زاویۂ کمال سامنے آجاتا تھا۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ صاحبِ کمال کے کمال کو سراہتے اور اس کا برجا طور پر ذکر فرماتے۔

(۳) آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں مختلف صلاحیتوں کے لوگ تھے کچھ ایسے جو صاحبِ ثروت تھے اور مال و دولت میں دوسروں پر فوقیت رکھتے تھے، آپ ﷺ نے ان کے مال سے اوروں کو مستفید کیا انہیں شہ زوروں کے مقابلہ کے لیے آگے نہیں کیا، کچھ وہ تھے جو قائدانہ صفات میں ممتاز تھے انہیں مسلمانوں کی قیادت سونپی اور جنگوں اور غزوات میں انہیں قائد بنایا۔ کچھ ایسے تھے جو ذاتی شجاعت میں ممتاز تھے مگر قیادت کی قابلیت ان میں

نہ تھی، مبارزت طلبی میں شہ زوروں کے مقابلہ میں انہیں آگے کرتے اور بحیثیت سپاہی اور مجاہد کے فدائیانہ کام ان سے لیتے۔ کچھ ایسے تھے کہ وہ پختہ رائے کے مالک تھے اور گہری فکر و دانش ان میں تھی۔ ان کی رائے، دانائی اور مشورہ سے فائدہ اٹھاتے بعض ایسے تھے جو اعلیٰ درجہ کے شاعر اور زور بیان میں ممتاز تھے ان کی شعر و شاعری اور بیان سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا۔ بس آپ ﷺ کا یہی طرز عمل تھا، ہجری میں عمرۃ قضا کی ادائیگی کے موقع پر، مکہ میں ولید بن الولید مخزومی سے ان کے بھائی خالد بن ولید کے بارے میں یوں پوچھا کہ خالد کہاں ہیں؟ خالد جیسا آدمی اسلام سے بے خبر ہے؟ اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو مشرکوں کے خلاف، مسلمانوں کی حمایت میں کر دیتے تو ان کے لیے اچھا ہوتا۔ اور ہم ان کا خیر مقدم کرتے، اور انہیں ترجیح دیتے۔ ولید بن الولید نے اس کے متعلق اپنے بھائی خالد کو لکھا اور یہی بات خالد کی ہجرت اور اسلام کا باعث بنی۔

خالد بن ولید یکم صفر آٹھ ہجری کو اللہ، رسول ﷺ کی خاطر ہجرت کرتے ہوئے مدینہ پہنچے۔ خالد کہتے ہیں کہ جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو یا نبی اللہ کہہ کر سلام کیا آپ ﷺ نے خندہ پیشانی سے جواب دیا، میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "خالد میں تجھ میں ایسی عقل دیکھتا تھا جس سے مجھے امید تھی کہ وہ تمہیں بھلائی پر لے آئے گی"

میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ میں اپنی ان تمام سرگرمیوں کی معافی چاہتا ہوں جو اسلام کے خلاف میں نے انجام دیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اسلام لانے سے پہلے کسی نے کیے ہوں"

میں نے عرض کیا کہ اس کے باوجود آپ ﷺ میرے لیے بخشش کی دعا

مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی "اے اللہ! اسلام کے خلاف خالد بن ولید نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ سب معاف کر دے" میرے قبولِ اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے مجھے بہت ہی چاہتے تھے۔ خالد کے مسلمان ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیادت عطا کی۔

عمرو بن العاص کے بارے میں بھی ایسی ہی روایت ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی قیادت سونپی، خالد اور عمرو جب اسلام قبول کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مسلمانو! مکہ نے اپنے دل کے ٹکڑے نکال کر تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں"

(۴) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مالدار اور غنی تھے۔ ان کے مال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا۔ وہ یوں کہ انہوں نے ایک مربد[1] بیس ہزار میں خرید کر اور اُسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اور مسلمانوں کے لیے بئر رومہ خریدا (تاکہ انہیں پانی کی دقت نہ ہو) غزوۂ تبوک کے لیے جیش العُسرہ کو تیار کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ سے شمال کی جانب رومیوں کے مقابلے کی خاطر روانہ ہوا اور اس لشکر کی ضرورت کی ہر چیز انہوں نے پوری کی حتیٰ کہ اونٹوں کی نکیل اور گھوڑوں کی باگیں مہیا کیں ہم نے کبھی یہ نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو کبھی میدانِ جنگ میں شہ زوروں کو چت کرنے کی تکلیف دی ہو۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک اچھے اور عمدہ شاعر تھے، ان کی شعری صلاحیتوں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا۔ مگر جنگ پر جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عورتوں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ جاتے تھے۔

---

[1] مربد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کھجوریں خشک کرنے کے لیے ڈال دی جاتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے وقت کے نہایت دلیر اور بہادروں میں شمار ہوتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیادت کے منصب پر فائز نہیں کیا اور وہ مسلمان لشکر ہی میں رہے اس لیے کہ وہ ممتاز سپاہی تو تھے مگر ممتاز قائد نہ تھے.

بعض صحابی عمدہ قاری اور اچھے کاتب تھے، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی اور بادشاہوں اور امراء کو خط لکھنے پر مامور فرمایا - اوران میں کچھ منتظم، داعی، سیاح اور قاضی تھے، ان میں سے ہر ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق کام سونپا -

کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چند ایک نے یہ چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں انتظامی امور کی باگ ڈور سونپ دیں، تو آپ نے ایسے لوگوں کی بات سے اتفاق نہیں کیا کہ وہ یہ کام چلانے کے اہل نہ تھے - اور بعض کو تو صاف صاف بتا دیا کہ یہ آپ کے بس کا کام نہیں ہے.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں اور میرے دو چچازاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے امیر مقرر کر دینے کی فرمائش کی، دوسرے نے بھی وہی بات کہہ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہم یہ کام کسی ایسے شخص کو نہیں سونپتے جو خود مانگے، اور اسے بھی نہیں دیتے جو اس عہدہ کا حریص ہو-

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عامل کیوں نہیں بنا دیتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھ کر فرمایا:

"اے ابو ذر رضی اللہ عنہ تم ایک کمزور آدمی ہو، جبکہ امارت، امانتِ الٰہی ہے

جو قیامت میں ندامت اور رسوائی کا باعث بن سکتی ہے۔ سوائے اس شخص کے کہ جس نے اسے حق کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ اور بطریق حق اُسے چلایا ہو۔

(۵) فتح مکہ سے پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کی مہم کا ارادہ فرمایا تو پوری مہم کو پوشیدہ رکھا، بطور ایک سپہ سالار کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مکہ تک کی اس مہم کو پوری طرح پوشیدہ رکھا۔ اسی طرح فتح میں اپنے فوجی دستوں کو بھی مخفی رکھا مقصود یہ تھا کہ قریش کو بے خبری کے عالم میں جا لیا جائے اور کسی خونریزی کے بغیر انہیں اطاعت پر مجبور کر دیا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حاطب بن بلتعہ نے قریش کے نام ایک خط لکھ کر مکہ جانے والی ایک عورت کو دے دیا۔ تاکہ قریش کو مسلمانوں کی نیت اور فتح مکہ کے ارادے کے بارے میں علم ہو سکے۔ آپ کو بذریعہ وحی اس بات کا پتہ چل گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو مذکورہ عورت کی تلاش میں بھیجا تاکہ جہاں ہو اسے تلاش کر کے اس سے وہ خط لے لیں انہوں نے اُسے جا لیا اور اُس سے وہ خط لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلا بھیجا۔ اور پوچھا کہ ایسا کیونکر ہوا؟

حاطب نے جواب دیا، یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، مجھ میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی، بات یہ ہے کہ میرا کوئی رشتہ دار مکہ میں ایسا نہیں جو میرے بچوں کی وہاں دیکھ بھال کر سکے، وہاں ان میں میرے بال بچے ہیں، ان کی حفاظت کی خاطر میں نے یہ ترکیب نکالی،، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

"اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس شخص کی گردن اڑا دوں۔ دراصل یہ شخص منافق ہو گیا ہے" اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حاطب نے تم سے سچی بات کہہ دی ہے کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ بدر

کی طرف جھانک کر دیکھا اور فرمایا "اے اہل بدر! تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے"

حاطب کے شاندار ماضی نے جو جہاد سے بھرپور تھا ان کی سفارش کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کا ذکر اچھے ہی الفاظ میں کیا کریں۔

اس کے بعد حاطب رضی اللہ عنہ صحابہ کی جماعت میں رہے انہیں کبھی کسی نے برے الفاظ سے یاد نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام ان کا اچھا ہی ذکر کرتے، وہی بات کہتے جو انہیں بھلی معلوم ہوتی، ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور خصلتوں ہی کا تذکرہ کیا کرتے۔

(۶) فتح مکہ کے بعد عکرمہ ابن ابی جہل مسلمان ہوئے اور وہ بہت ہی اچھے مسلمان ثابت ہوئے، پھر ان کا شمار، چوٹی کے مجاہدوں میں ہونے لگا۔ اللہ کی راہ میں جان ومال دونوں لگا دیے۔ عکرمہ اسلامی فتوحات کے چند بڑے سالاروں میں سے تھے۔

ان کے والد دین حق، اسلام، مسلمانوں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے بدر میں کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے کام آئے جیسا کہ مشہور ہے، اور ایسی موت مرے جس پر افسوس نہ ہو۔ ان کی موت سے مسلمانوں کو ایک کٹر دشمن سے خلاصی ملی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم ابن ہشام کو ابو جہل کے نام سے یاد کیا کرتے، مگر جب ان کے بیٹے عکرمہ مسلمان ہوئے اور وہ اچھے مسلمان ثابت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا "دیکھو عکرمہ مسلمان ہو کر تمہارے پاس آرہا ہے جب اسے دیکھ لو تو اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا، کہ میت کو برا بھلا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے"

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کو برا بھلا کہنے سے روکا تاکہ اس کے مسلمان بیٹے کا اکرام ہو۔ اور اس مسلمان کو نفسیاتی طور پر اپنے باپ کے بارے میں برا بھلا سن کر تکلیف نہ ہو۔

اسلامی جماعت کے اندر اسے کسی طرح کی تنگی اور گھٹن نہ ہو۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو درس دیا کہ جو لوگ اس دنیا سے چل بسے ہیں وہ اپنے کیے کا انجام پا چکے ہیں۔ اور تمہارے کام صرف تمہارے ہی اعمال آئیں گے۔

(۷) آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تمام خوبیوں سے پوری طرح واقف تھے، ان سے فائدہ اٹھاتے، لوگوں کے سامنے ان کی خوبیوں کو نمایاں کرتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے، اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے سراہتے، اور عین اسی وقت ان کی خامیوں سے صرفِ نظر کر لیتے اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔

یہی آپ ﷺ کا اچھوتا طریق کار تھا جس سے آپ ﷺ نے انسانوں کی سیرت سازی کی اور اس کے بغیر اور کوئی طریقہ ہے بھی تو نہیں، جب آپ ﷺ اس جہان سے رخصت ہوئے تو مسلمانوں کے پاس سپہ سالار بھی تھے، اور حکمران بھی، والی بھی اور قاضی بھی، علماء بھی اور فقہاء بھی، اور محدث بھی، جنہوں نے امت اسلامیہ کی سیاسی، تنظیمی، فکری، اقتصادی اور اجتماعی لحاظ سے ایسی قیادت کی کہ اسے بزرگی، سرداری، بھلائی، راہ حق اور سیدھی راہ تک پہنچا دیا۔

آج ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ سبق سپہ سالاروں کے سپہ سالار، سرداروں کے سردار، بہادروں کے بہادر، شہ زوروں کے شہ زور، مجاہدوں کے پیشوا، عمل کرنے والوں کے لیے بہترین نمونہ، نبیٔ عربی، اُمی لقب علیہ الصلوات والتسلیمات سے سیکھیں، اور سبق یہ ہے کہ صحیح کام کے لیے صحیح آدمی کا چناؤ، آدمیوں کی سیرت سازی تاکہ وہ سلف کے بہترین خلف تیار ہو سکیں۔ (جانے والوں کے بہترین جانشین ہوں)

عربوں کو خاص طور پر اور مسلمانوں کو عام طور پر اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے معاشرے کے ہر فرد سے ضرور کام لیں۔ چاہے وہ مادی ہو یا روحانی کیونکہ، ہر فرد میں کوئی نہ کوئی خاص خوبی ضرور ہوتی ہے، اسے کام میں لا کر ہم جس سوسائٹی میں رہ رہے

ہیں اسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں تاکہ پورا معاشرہ اس سے فائدہ اٹھا سکے، اور وہ اس معاشرہ کے لیے اور اس کے مقصد کے لیے زندہ مثال بن سکے۔ ضروری ہے کہ ہم خوبیوں کو اجاگر کریں اور خامیوں سے صرفِ نظر کرلیں۔ ہم پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ ہم خامیوں کا چرچا نہ کریں اور خوبیوں سے صرفِ نظر نہ کریں۔

لازم ہے کہ ہم سیرت سازی کریں اور آدمیوں کو ان کے مقام سے نہ گرائیں جو لوگ اپنے ہی معاشرے کے افراد کی حوصلہ شکنی کرکے انہیں گراتے ہیں۔ وہ ہر جگہ مسلمانوں اور عربوں کے دشمن اور اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔

صحیح کام کے لیے صحیح آدمی کا چناؤ ایک ایسا اہم عمل ہے جس سے آدمیوں اور قوموں کی تعمیر سیرت ہوتی ہے۔ شاعر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح کہا ہے:۔

يَبْنِي الرِّجَالَ وَغَيْرُهُ يَبْنِي الْقُرٰى

شَتَّانَ بَيْنَ قُرًى وَبَيْنَ رِجَالِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی بناتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ بستیاں بناتے ہیں۔ بستیاں بنانے اور انسان بنانے میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سے ذرائع تھے جنہیں کام میں لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے کردار کی ایسی تعمیر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور حقیقتہً "خیر القرون" سب دوروں اور زمانوں سے اچھا زمانہ قرار پایا۔

صحیح کام کے لیے صحیح آدمی کے چناؤ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سختی سے کاربند ہے اور اس کی چاہت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت کی حد تک تھی، اس کا اعتراف آج بھی لوگوں کو ہے اور اس وقت بھی تھا۔ کیا آج یہ عظیم خوبی حاصل نہیں کی جا سکتی؟

اس کا جواب تو بڑا آسان ہے اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین پر اپنے قول اور عمل کی مطابقت میں زندہ مثال تھے اور ہمیشہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے

سامنے اپنی ذاتی زندگی کی عمدہ مثال پیش کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کے وسیع تر مفاد کی خاطر آپ ﷺ اپنے آپ کو بھی بھول گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے گرد مضبوط کردار والے دیانت دار افراد اور بہترین صلاحیتوں کے مالک اکٹھے ہو گئے تھے جو اسلامی معاشرہ کی قوت اور امن و سکون کا باعث تھے۔

آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔

"جس حکمران نے کسی کو کوئی عہدہ یا امارت سونپی اور اسے یہ پتہ ہو کہ کوئی دوسرا اس سے بہتر صلاحیتوں کا مالک ہے اور اس عہدہ کا اس سے زیادہ مستحق ہے تو ایسے شخص سے اللہ کی ذمہ داری ختم ہو گئی"

دیکھا آپ نے!

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت سے ہم یہ درس حاصل کریں تاکہ خود بھی آرام سے رہ سکیں اور دوسروں کو بھی آرام دے سکیں یا پھر بھی کچھ اور مصیبتیں اور پریشانیاں ہماری قسمت میں ہیں اور اس کے بعد درست اور صحیح راہ پر آسکیں گے؟

○

خاتمہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات کے اسباب
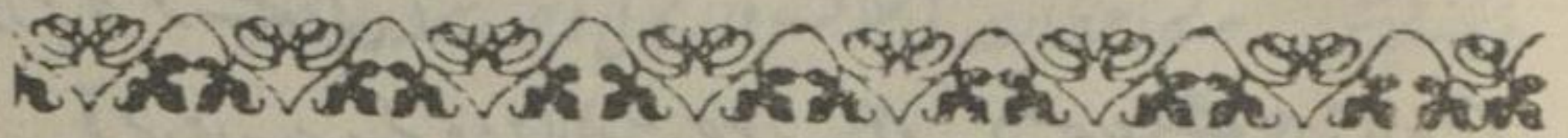
آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار

ماہرینِ قانون نبی ﷺ پر ایک بے مثال قانون دان کی حیثیت سے فخر کرتے ہیں، سیاست دان آپ ﷺ پر ایک تجربہ کار سیاست دان کی حیثیت سے فخر کرتے ہیں۔ حکمران اور منصف آپ ﷺ پر انصاف پرور اور عادل حاکم و منصف کی حیثیت سے فخر کرتے ہیں۔ جبکہ فوجی آپ ﷺ پر ایک عظیم سپہ سالار کی حیثیت سے فخر کرتے ہیں (اور یہ تمام آپ ﷺ پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں)

قومی جذبے کے وہ حالات جو عرب قوم کے خلیج عرب سے بحرِ اوقیانوس تک پھیلنے کا باعث ہے اور بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی مسلم قوم کے افراد اپنے فوجیوں کو جوش دلاتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو ایک عظیم قائد اور مجاہد کی حیثیت سے یاد رکھیں اور قیادت اور جہاد کے میدان میں عرب اور مسلمان قوم کے نمایاں کردار کو نہ بھولیں۔ اگر آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا نبوت سے لیکر رحلت تک بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ ﷺ کی مکی زندگی توحید کے لیے جد و جہد پر مرکوز تھی اور مدنی زندگی توحید کی خاطر جہاد تھی۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد سات سال کے دوران اٹھائیس ۲۸ غزوات کی قیادت فرمائی پہلے غزوہ ودان میں صفر ۲ھ میں قیادت فرمائی جبکہ آخری غزوہ تبوک

ہیں رجب ۸ھ میں قیادت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور یہود کے خلاف مندرجہ ذیل ۹ جنگوں میں قیادت فرمائی۔

(۱) بدر (۲) اُحُد (۳) خندق (۴) قریظہ (۵) مصطلق (۶) خیبر (۷) فتح مکہ (۸) حنین (۹) طائف دیگر (۱۹) غزوات میں مشرکین بغیر جنگ لڑے میدان سے بھاگ نکلے۔

کسی بھی معرکے میں مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کے دوران ناکامی نہ ہوئی حتیٰ کہ غزوہ احد میں بھی فوجی نقطہ نظر سے مسلمان ناکام نہیں ہوئے بلکہ وہ فن سپہ گری Mil Technique کے لحاظ سے فاتح رہے۔ البتہ جنگی چالوں Tactics میں ناکام ہوگئے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف تیر اندازوں کے عمل کی وجہ سے وہ صورت رونما ہوئی) لیکن یہ صورت حال بھی تیر اندازوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی کی وجہ سے رونما ہوئی۔

فتوحات کے اسباب

Causes of Success

پھر وہ کون سے اسباب تھے جس کی وجہ سے آپؐ کو ہر معرکے میں فتح حاصل ہوئی؟

فوجی نقطہ نظر سے تین اسباب تھے اور وہ یہ ہیں :-

ا۔ بہترین قیادت :- جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی۔

ب۔ بہترین سپاہی :- تمام سپاہی اولین مسلمان تھے۔

ج۔ حق و باطل کی جنگ :- یہ حق و باطل کا معرکہ تھا۔

کتاب "نظامات الخدمۃ السفریہ" (جو فوجی اصول کی معتبر کتاب ہے) میں مختصر

طور پر بہترین قائد کی یہ خوبیاں دی گئی ہیں :۔

صحیح اور فوری فیصلہ کرنے کی قوت، ذاتی دلیری، اور مضبوط ارادہ، بغیر ہچکچاہٹ کے ذمہ داری اٹھانا، جنگی اصولوں سے پوری واقفیت ناقابلِ تبدیل مورال (جو فتح یا شکست کی صورت میں تبدیل نہ ہو) گہری نظر، بصیرت، ماتحتوں کے مورال اور قابلیت سے پوری واقفیت، قائد اور ماتحتوں کا باہمی اعتماد، اور باہمی محبت، موثر شخصیت بے داغ ماضی اور بدنی قابلیت۔

یہ ایک بہترین قائد کی صفات ہیں جو تاریخ میں نمایاں شخصیتوں کے مطالعے سے مختصر طور پر اخذ کی گئی ہیں، یہ کسی ایک شخص کی صفات نہیں بلکہ متعدد شخصیتوں کی صفات کا مجموعہ ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ یہ سب صفات کسی ایک شخص میں پائی جائیں۔

میں کوشش کروں گا کہ میں فوجی تاریخ کی بنیاد پر، ان صفات کی روشنی میں آپ کی شخصیت کا موازنہ کروں۔

(۱) صحیح اور فوری فیصلہ

(uick and Correct Decision

اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ تمام فوجی فیصلے فوری طور پر کیے جانے چاہئیں۔ کیونکہ فوجی حالات نہایت تیزی سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ صرف صحیح فیصلہ ہی فتح کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور صحیح فیصلے مندرجہ ذیل دو عوامل کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔

(۱) قائد کی عقلی قابلیت Mental Capability

(۲) دشمن کے متعلق معلومات کا حصول Info AbouT Enemy

کوئی شخص بھی آپ ﷺ کی بے مثال عقلی قابلیت سے انکار نہیں کر سکتا۔

آپ ﷺ کی قابلیت کا نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی اعتراف کرتے ہیں آپ ﷺ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے خوشخبری بھی دی اور ڈرایا بھی، بڑے بڑے عالموں سے مناظرہ بھی کیا اور بحث بھی. جنہوں نے ایک بکھری ہوئی قوم کو یکجا کیا اور ان کے اندر مضبوط ارادے کا پودا لگایا. تو کیا یہ نمایاں کامیابی موثر دانا عقل کے بغیر ممکن ہے؟

دشمن کے متعلق معلومات کا حصول، دشمن کے متعلق ہراول دستوں کے ذریعے جنگ لڑ کے، مشاہدہ کر کے، قیدیوں سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد، ذاتی بصیرت سے اور باہمی مشوروں سے معلومات حاصل کی گئیں.

غزوہ بدر الکبریٰ سے پہلے آپ ﷺ کا گروہوں اور ہراول دستوں کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں کے متعلق معلومات حاصل ہوں مکہ معظمہ کے راستوں کا پتہ چلے، وہاں کے باشندوں سے واقفیت ہو اور ان کے ساتھ معاہدے طے کیے جائیں. آپ ﷺ نے غزوہ بدر میں ایک ریکی پیٹرول Recce Petrol اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ ابو سفیان کے قافلے کی واپسی پر نظر رکھے اور اس کی ہراول Vangurd کے متعلق اطلاع دے. دو اطلاعی دستے اس کے بدر پہنچنے سے پہلے بھیجے اس کے علاوہ آپ ﷺ نے ذاتی طور پر اطلاع حاصل کی تا کہ دشمن کی قوت کا اندازہ ہو اور اس کی پوزیشن کا پتہ چلے.

آپ ﷺ نے ان قیدیوں سے بھی معلومات حاصل کیں جو غزوۂ بدر سے کچھ پہلے ریکی پیٹرول نے قید کیے تھے. ان سے پوچھ گچھ کے دوران قریش کے ٹھکانوں Positions کا پتہ چلا اور ان کی تعداد معلوم ہوئی.

(۲) بے مثال بہادری اور قوی ارادہ

آپ ﷺ کی بے مثال بہادری تمام معرکوں میں ظاہر ہے چاہے وہ اعمال فوجی ہوں یا غیر فوجی۔ معرکۂ بدر کو قبول کر لینا ایک بے مثال بہادری ہے۔ غزوہ خندق میں دس ہزار کے لشکر کے سامنے ثابت قدمی آپ ﷺ کی انتہائی بہادری ہے حنین کے دن دس اصحاب رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ثابت قدم رہنا بہادری کے بہترین اوصاف میں سے ہے۔

آپ ﷺ غزوہ بدر میں بنفسِ نفیس میدان میں اترے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"جب کبھی حالات بگڑتے اور گھیرا تنگ ہوتا تو ہم آپ ﷺ کی حفاظت کرتے لیکن آپ ﷺ سے زیادہ دشمن کے قریب کوئی دوسرا نہ ہوتا۔ میں نے بدر کے دن دیکھا کہ ہم نے آپ ﷺ کو گھیرے میں لیا ہوا تھا جب کہ آپ ﷺ خود دشمن کے زیادہ نزدیک تھے۔ اور ہم خود آپ ﷺ کی پناہ لیتے تھے۔

آپ ﷺ کی ثابت قدمی لاثانی تھی، نزولِ وحی کے شروع سے آپ کی رحلت تک مشرکین کی کثیر تعداد آپ ﷺ کی طرف آتی رہی جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ غیر متزلزل قوی ارادے کے مالک تھے۔ قریش کے لوگ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس دھمکیاں دینے اور ڈرانے کے لیے آئے، آپ ﷺ کے چچا نے کہا "اے بھتیجے آپ ﷺ کی قوم میرے پاس آئی اور یہ کہا اور وہ کہا۔ یہ میں آپ ﷺ کی ذات پر چھوڑتا ہوں اور میں یہ بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا" آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی قسم اے چچا! کہ وہ اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر کہ میں اس امر سے باز آجاؤں، میں کبھی بھی

نہیں رکوں گا تاوقتیکہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس میں کام آجاؤں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ مضبوط ارادے کی مثالوں سے بھری پڑی ہے

(۳) ناقابل تبدیل مورال

فتح اور ناکامی کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مورال میں کبھی کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ انتہائی خطرناک حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اعصاب پر پورا کنٹرول حاصل ہوتا تھا۔

احد کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لیے مشرکین کے گھیرے میں آتے وقت اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنا آسان بات نہ تھی۔ غزوۂ احزاب کے دن خصوصاً یہودیوں کی غداری کے بعد اعصاب پر قابو پانا آسان نہ تھا۔ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد اور دس جاں نثاروں کے ساتھ مشرکین کی پیش قدمی کے سامنے ڈٹ جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

(۴) نظر کی گہرائی (بصیرت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجی اور غیر فوجی معاملات میں بے مثال بصیرت سے نوازے گئے تھے۔ اس سلسلے میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بندی (حدیبیہ) کی شرائط پر رہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دقّتِ نظر سے دیکھ لیا تھا اور گہرے فکر کی وجہ سے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان شرائط کا قبول کر لینا مسلمانوں کی فتح ہے، اسی صلح کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون و قرار نصیب ہوا جس سے اسلام کو پھیلنے کا موقع ملا۔ یہ اسی صلح کا نتیجہ تھا کہ حدیبیہ کے وقت مسلمان فوج کی تعداد دو ہزار چار سو تھی جو کہ دو سال بعد فتح مکہ کے وقت دس ہزار تک پہنچ گئی

(۵) مناسب کام کے لیے مناسب شخص

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی نفسیات اور استعداد کو پوری طرح جانتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عام آدمی کی طرح ان کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہوئے پروان چڑھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں میں سے بہادروں کو پہچانتے تھے ابودجانہ رضؓ کو ایسے فرائض سونپے جن میں بہادری کی ضرورت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ساتھیوں کا بھی پتہ تھا جو غیر مضبوط دل کی وجہ سے لڑائی کے لیے موزوں نہ تھے۔ جیسے حسان بن ثابت رضؓ انہیں اُحد اور خندق کے دن نگرانی کے لیے عورتوں کے پاس چھوڑا اور ان کی بلند پایہ شاعرانہ صلاحیت سے فائدہ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں کون کون صاحب الرائے اور مشورے کے قابل ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں قیادت سنبھال سکتے ہیں اور کون ایک عام سپاہی سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو اس کی قابلیت کے مطابق ہی کام سپرد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس کے حق سے زیادہ نہ دیا اور نہ کسی کو ایسی ذمہ داری سونپی جس کو پورا کرنے کی صلاحیت وطاقت اس میں نہ ہو۔

(۶) باہمی اعتماد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ اعتماد تھا اس کے لیے صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کا موقف بیان کر دینا ہی کافی ہے اگر ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھرپور اعتماد نہ ہوتا تو وہ اس صلح سے انکار کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم پر بھی بہت زیادہ اعتماد تھا جس کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے تین گنا بڑی تعداد کے مقابل صف آراء ہوئے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی سپہ سالار اپنے آدمیوں کو جنگ میں بھیجے جبکہ دشمن کا پتہ نہ ہو اور اپنے ساتھیوں پر پکا اعتماد نہ ہو۔

(۷) باہمی محبّت

جنگ اور امن میں اور تمام غزوات کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہمی محبت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری کو پیش نظر رکھیں جبکہ مشرکوں نے تمام اطراف سے گھیرا تنگ کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں نے اپنے جسموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد دیوار بنائی تھی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند نہ پہنچے۔

(۸) مضبوط مؤثر شخصیّت

قریش نے جب عروہ بن مسعود الثقفی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کے لیے بھیجا تو اس نے واپسی پر قریش سے کہا۔

"اے گروہِ قریش! میں کسریٰ کے پاس اس کے ملک میں گیا۔ قیصر کے پاس اس کے ملک میں گیا، اور نجاشی کے پاس اس کے ملک میں گیا اور بخدا! میں نے کسی قوم میں کوئی ایسا بادشاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں دیکھا کہ وہ وضو کرتا ہے تو لوگ اس کے وضو کے پانی کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس کے بالوں سے کوئی چیز گرنے سے پہلے ہی اٹھا لیتے ہیں اور لوگ اسے کوئی چیز اٹھانے نہیں دیتے اور بے حد عزت

واحترام کرتے ہیں۔ ایک مشرک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو یوں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواضع، بردبار، درگزر کرنے والے اور رحم کرنے والے تھے اس کے باوجود بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے کی جراُت نہ ہوتی۔ نہ ہی کوئی ٹکٹکی باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ انور کو دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ٹال سکتا، اور نہ اسے نافذ کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔

(۹) بدنی قابلیت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ درجہ کے جسمانی قابلیت کے مالک تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رض کو خندق کے دوران سخت چٹان کو توڑتے وقت مشکل پیش آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دو ساتھیوں کو مدینہ منورہ سے بدر کے راستے میں اونٹ کا پیچھا کرتے ہوئے کہا "تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو۔ اور تمہاری طرح مجھے بھی اجر و ثواب کی ضرورت ہے" آپ نے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ سال کے بارہ مہینوں میں دیکھ بھال اطلاعی دستوں اور سخت لمبے راستوں میں شرکت فرمائی۔ ان سب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحمل، قوتِ برداشت اور صبر ظاہر ہوتا ہے جن سے بڑے بڑے طاقتور بھی عاجز آجاتے ہیں۔

(۱۰) شاندار اور بے داغ ماضی

عرب نسبی لحاظ سے بہت اعلیٰ شمار کیے جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربوں

میں سب سے باعزت قوم قریش میں سے تھے اور بنو ہاشم میں سب سے زیادہ معزز قریش تھے۔ اور پھر ان میں سے معزز شاخ بنی ہاشم سے تھے۔ آپ ﷺ حسب میں تمام عربوں سے اشرف تھے۔ اور نسب میں سب سے افضل تھے۔ کیوں کہ آپ ﷺ والدہ ماجدہ کی طرف سے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ اور والد ماجد کی طرف سے عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عبد مناف سے تھے۔ بعثت سے قبل آپ ﷺ کی شخصیت کا بیان ولیم میور کے الفاظ میں جو نہ عرب تھا اور نہ مسلمان بلکہ متعصب شمار کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل ہے۔

"محمد ﷺ سے منسوب تمام سندیں اور شہادتیں اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ جوانی میں تواضع، باوقار اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ جس کا وجود مکہ کے لوگوں میں شاذونادر تھا"

(۱۱) جنگی اُصول

جنگی اصول وہ جوہر ہیں جو ایک صحیح اور سالم سپہ سالار کو فوجی زندگی میں استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ یہ وہ عنصر ہیں جو قائد کے اندر جنگ لڑنے کے لیے قدرتی طور پر موجود ہونے چاہیئں نہ کہ انہیں زبردستی ٹھونسا گیا ہو۔

(۱۲) کوئی فیصلہ کرنا اور اس پر قائم رہنا

اس اصول کا اظہار مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ معاہدہ کر کے کیا گیا۔ جو ہجرت کے فوراً بعد وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بعد کے تمام غزوات میں اس کا اظہار کیا گیا

حملہ

ماسوائے دو غزوات احد اور خندق کے باقی تمام غزوات میں اس اصول

کو اپنایا گیا۔ ان دو غزوہ وں میں مشرکین نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور مسلمانوں پر حملہ کیا حملہ کرنے کے معنی اکسانے کے نہیں بلکہ اس کے معنی حملے کی وہ روح ہے جس سے سپہ سالار آراستہ ہوتا ہے کیونکہ دفاع ہی ایک چیز نہیں ہے جو کامیابی کی طرف لے جائے بلکہ یہ کامیابی کی حالت میں مقامی فتح ہے لیکن حملہ کرنے سے کامیابی کی وہ حالت نصیب ہوتی ہے جس سے فتح حاصل ہو سکے۔ اور قائد اس وقت حملہ کرتا ہے جب اسے یقین ہو کہ حملہ آوری دفاع کا بہت عمدہ ذریعہ ہے۔

Attack is the best way of defence

غیر متوقع حملہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت اور جگہ کے مطابق اور جدید جنگی طریقوں اور نئے ہتھیاروں کے ساتھ دشمن پر اچانک حملہ کیا۔

طاقت اکٹھی کرنا

وحی کے نازل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق پہنچانے کی جدوجہد شروع کر دی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنے ساتھیوں کو متحد کرنے کے لیے ہجرت کی اور جہاد کی ابتدا صرف اس وقت ہوئی جب وہاں فوج جمع ہو چکی تھی۔

امن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کی دیکھ بھال کی اور اچانک حملے کی صورت میں بچاؤ کا بندوبست کیا۔ اور دشمن کو اپنی فوج کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے روکا۔

تعاون

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اکٹھے کرنے میں جدوجہد کی، جنگ کو قطع کیا تاکہ جنگ میں مقصد حاصل کیا جا سکے۔ تمام غزوات میں مسلمانوں کے باہمی تعاون کی بہترین مثالیں ملتی ہیں چاہے جنگ کا زمانہ ہو، جنگ سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعد کا۔

مورال کو قائم کرنا

مسلمانوں کا مورال ہمیشہ بلند رہا جس سے فتح حاصل کرنے میں آسانی ہوتی تھی

انتظامی امُور

اسلام جان اور مال سے جہاد کی تعلیم دیتا ہے جس میں جان کا نمبر بعد میں آتا ہے آیاتِ قرآنی میں جہاد بالمال کی آیات جہاد بالنفس سے پہلے آتی ہیں جو یہ دلالت کرتی ہیں کہ انتظامی امور کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے!

بہترین سپاہی کی خصوصیات

مختصر طور پر ایک بہترین سپاہی کے اوصاف درج ذیل ہیں۔

مضبوط عقیدہ، بلند مورال، اعلیٰ ڈسپلن، بہترین سکھلائی اور تربیت، صحیح نظم ونسق اور مکمل ہتھیار بندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیوں کے اوصاف تھے۔ جن کی بنا پر ایک مضبوط اور طاقتور فوج معرض وجود میں آئی۔

حقیقتہً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کو ان اوصاف سے آراستہ کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں ان اوصاف کو اتارنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ایک

ناقابل تسخیر طاقت و قوت وجود میں آئی۔ اسلام سے پہلے وہ منتشر اور الگ الگ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے، اور وہ ذاتی غرور کی وجہ سے سرکش اور ڈسپلن سے بے بہرہ تھے دراصل ان کا کوئی عقیدہ نہ تھا۔

مضبوط عقیدہ

مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے اور جنگیں لڑیں تاکہ اللہ کا نام بلند رہے ان کا ایمان ہی ان سے اپنے عقیدہ کا دفاع کراتا تھا۔ انہوں نے گھر بار، مال جائیداد کو خیرباد کہا اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا یہاں تک کہ اپنے بچوں، والدین اور رشتہ داروں کے خلاف جنگیں لڑیں۔ دین کی راہ میں ہر اس شئے کو ٹھوکر ماردی جو آڑے آئی۔

باپ اپنے بیٹوں کے خلاف، بھائی اپنے بھائیوں کے خلاف اور رشتہ دار اپنے رشتہ داروں کے خلاف اصولی مخالفت پر اتر آئے۔ اور تلواروں نے ان کے درمیان فیصلہ کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ جب کہ ان کا بیٹا عبدالرحمن مشرکوں کے ساتھ تھا۔ عتبہ بن ربیعہ قریش کے ساتھ اور اس کا بیٹا حذیفہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ لیا تو انہوں نے عرض کیا کہ "میری رائے یہ ہے کہ جو میرا رشتہ دار ہے میں اس کی گردن اڑادوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قریبی کی گردن اڑادیں۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے قریبی کی گردن اڑادیں: تاکہ اللہ جان لے کہ مشرکوں کے لیے ہمارے دلوں میں کوئی نرمی نہیں ہے۔

جنگ بدر میں جب عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو قلیب میں دفن کرنے کے لیے لایا گیا۔ تو آپ ﷺ نے اُن کے فرزند حذیفہ بن عتبہ کی طرف دیکھا، ان کا رنگ متغیر تھا اور مایوس نظر آرہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا "حذیفہ! کیا اپنے والد کے بارے میں تمہیں محسوس ہوا ہے؟ حذیفہ نے عرض کیا بخدا نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنے والد کے قتل کے بارے میں شک نہیں کرتا۔ میں یہ جانتا تھا کہ میرے والد اہل الرائے، بردبار اور صاحب علم وفضل ہیں۔ مجھے امید تھی کہ انہیں قبولیت اسلام کا شرف حاصل ہوگا۔ جب میں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو مجھے اپنی خواہش یاد آئی۔ کاش ان کا خاتمہ کفر پر نہ ہوتا۔ اسی وجہ سے میں غمگین ہوں"

غزوہ بنی مصطلق میں۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی نے مہاجرین وانصار کے درمیان فتنہ کو ہوا دینے کی کوشش کی تو آپ نے اپنے لشکر کو فوری کوچ کرنے کا حکم دیا تاکہ فتنہ پھیل نہ سکے۔ مسلمانوں کے مدینہ پہنچنے پر اسی کے فرزند حضرت عبداللہ نے حاضر ہوکر آپ سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے باپ کو قتل کرنے کا حکم دیا جائے۔ کہ اس نے فتنہ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ مگر آپ ﷺ نے اسے معاف کرتے ہوئے اس کے مومن بیٹے سے کہا "ہم اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے اس کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک ہی کریں گے"

غزوہ بنی قریظہ میں یہودیوں نے آپ ﷺ سے ابولبابہ کو مشورہ کے لیے طلب کیا تو آپ ﷺ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ یہودیوں نے ان سے پوچھا "کیا وہ (مسلمان) محمد ﷺ کے حکم سے آئے ہیں۔ انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔ اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ جیسے بتارہے ہوں کہ ان کا انجام ذبح ہونا ہے"

جب یہودیوں نے ابولبابہ سے مشورہ لیا تھا تو اس وقت مسلمانوں میں

سے کسی کو ان کے اس اشارے کا علم نہ ہو سکا تھا۔ لیکن انہیں (ابولبابہ کو) جلد ہی احساس ہو گیا۔ کہ یہ اشارہ کر کے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے تو وہ نہایت ہی پشیمان اور نادم ہوئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ دیا۔ اور وہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔

فتح مکہ سے کچھ پہلے ابوسفیان بن حرب مدینہ منورہ آئے اپنی بیٹی ام حبیبہ جو آپ ﷺ کی بیوی تھیں کے گھر آنا چاہا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا بچھونا لپیٹ دیا۔ تاکہ ناپاک مشرک اس پر نہ بیٹھے۔ چاہے وہ مشرک ان کا پیارا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

مسلمانوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کیے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم سے عبا بھی اتار کر دے دی۔ اسلام لانے سے پیشتر ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔

مضبوط عقیدہ اور گہرے ایمان کے بغیر اور کیا چیز تھی جو ان سے ایسے ایسے عمدہ کام کراتی تھی۔؟

کیا ایسے عقیدے والے ان لوگوں کی طرح لڑتے ہیں جن کا جاہلی خواہشات عصبیت، فخر و غرور کی محبت کے سوا اپنا کوئی عقیدہ ہی نہ ہو؟ مسلمانوں کا عقیدہ، ان کے مقاصد کی بلندی کے باعث اور ان کے دفاع کی خاطر انہیں میدان جنگ میں موت کی چاہت عطا کرتا ہے۔

(ب) بلند مورال High morale

کوئی فوج اپنی تعداد کے لحاظ سے کتنی ہی زیادہ، تنظیم کے لحاظ سے کتنی ہی

اچھی اور اسلحہ کے لحاظ سے کتنی ہی ممتاز کیوں نہ ہو بلند مورال کے بغیر اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں اٹلی کی فوج جدید اسلحہ سے لیس تھی۔ اور بہت لڑاکا بھی تھی اس کا ڈسپلن اچھا اور تعداد بھی زیادہ تھی مگر اس کا مورال بلند نہ تھا۔ اس وجہ سے جرمنی پر بھاری بوجھ بن گئی۔ اتحادیوں کی فوج جب اٹلی کے فوجی ٹھکانوں پر قبضہ کرتی تھی تو کہتی تھی کہ یہ فوج سے خالی ہے۔ کیونکہ جونہی اطالویوں کو کوئی خطرہ یا اندیشہ دکھائی دیتا تھا۔ جنگ کے بغیر ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ اس فوج کا ہونا نہ ہونا گویا برابر تھا۔ آپ ﷺ نے غزوۂ بدر سے پہلے اور معرکہ کے دوران اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمت بڑھائی۔ اور مورال کو تقویت بخشی تاکہ قریش کی تعداد کے لحاظ سے برتری کو وہ خاطر میں نہ لائیں۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کا مورال بہت بلند تھا حتیٰ کہ چھوٹے بچوں کا مورال بھی اتنا بلند تھا کہ عفراء کے دو بیٹوں نے ابوجہل کو قتل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کی۔

اگر مسلمانوں کا مورال بلند نہ ہوتا تو وہ غزوۂ بدر میں فتح حاصل کرنے، غزوۂ احد میں ایک دن کے اندر مشرکوں کو دور ہٹانے میں، غزوہ احزاب میں ثابت قدمی اور غزوۂ تبوک کے لیے آگے بڑھنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مورال بلند کرنے کے لیے کئی طریقوں پر عمل کیا دشمن کا مورال ڈاؤن کرنے کے لیے بھی کئی مختلف طریقے آزمائے۔ غزوۂ حدیبیہ عمرہ قضا اور غزوہ تبوک میدانی معرکے نہ تھے۔ بلکہ وہ تو مورال کے معرکے تھے۔

عمرہ قضا نے اہل مکہ کے دل کھول دیے اور ان کے مورال کو تباہ کر دیا۔ اور فتح مکہ نے مکہ کے دروازے کھول دیئے۔

غزوۂ تبوک کے نتیجے کے طور پر رومیوں کا مورال پارہ پارہ ہوگیا۔ اس سے عربوں کو یقین ہوگیا کہ وہ رومیوں سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے وہ اسے محال سمجھتے تھے۔ تمام معرکوں میں آپ ﷺ کا مقصد یہی رہا کہ دشمن کی مورال ڈاؤن ہو۔ مادی قوت کی تباہی سے زیادہ مورال ڈاؤن کرنا آپ ﷺ کا مقصد ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ ہمیشہ یہی چاہتے تھے۔ کہ دشمن ہدایت اور راہ راست پر آجائے۔ ان کی ہدایت کے پیشِ نظر آپ ﷺ ان کے زندہ رہنے کی تمنا کیا کرتے۔ آپ کی دعا تھی "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ کہ وہ جانتے نہیں"۔ آپ ﷺ کے اکثر غزوات مورال کے معرکے تھے۔ جو روحوں اور دلوں کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ آپ ﷺ کے معرکے ایسے نہ تھے جو جانوں کو نقصان پہنچانے اور جائیدادوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے ہوں۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کا مورال بلند کرنے میں قضا و قدر پر اعتقاد کتنا موثر تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ خطروں کا مقابلہ کیا۔ ان کا عقیدہ تھا جو ہونا ہے وہ ہوکر رہے گا اور شہید یقیناً جنت میں ہوگا۔ دو اچھی باتوں میں سے ایک نہ ایک تو ضرور حاصل ہوگی۔ فتح یا شہادت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تو کہہ دے تم کیا امید کروگے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی۔ اور ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں"

(التوبہ : ۵۲)

عمدہ ڈسپلن

Unique discipline

مسلمان آپ ﷺ کے بیحد مطیع و فرمانبردار تھے۔ حالات کتنے ہی

مشکل اور ان کے فرائض کتنے مشکل کیوں نہ ہوتے۔ وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے، پورے طور پر نہایت ایمانداری کے ساتھ آپ ﷺ کے حکموں پر چلتے تھے مسلمانوں کے عمدہ ڈسپلن کی قوت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کی اتنی مثالیں ہیں جن کو شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔ اسلام میں اطاعت و فرماں برداری ہی تو اصل دین ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں" (النساء: ۵۹)

ترقی یافتہ سکھلائی

عمدہ تربیت Progressive Training

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تیر اندازی اور گھوڑ سواری کی سکھلائی کا اہتمام کیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "تیر اندازی سیکھنے کے بعد جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے گویا ایک نعمت کی ناقدری کی"

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسلسل تیر اندازی اور گھوڑ سواری جسے موجودہ زمانے میں انفرادی تربیت Individual Training کہتے ہیں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے گروہی جنگ کے لیے پیش قدمی Advance جنگ کے مختلف طریقے، دن رات کے وقت پہرہ دینے اور ان کے فرائض جسے موجودہ زمانے میں اجتماعی تربیت Collective Training کہتے ہیں پر بھی پورا زور دیا۔

آپ ﷺ نے مناسب فوجی حکمتِ عملی Tactics کے مطابق تمام غزوات میں اپنی پیش قدمی کے راستوں پر ہراول دستے بھیجے۔ اس

سے اپنی فوج کی ضروری حفاظت اور دشمن کے اچانک حملے Surprise Attack کی روک میں مدد ملی۔

بدر، احد اور دوسرے اکثر غزوات میں صفوں کے طریق کار Order of lines کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑے۔ غزوہ احزاب میں خندق کے پیچھے دفاعی مقامات Defensive Positions مقرر کیے اور اس خندق میں خطرناک جگہوں Vulmerable points پر پہرہ دار مقرر کر کے اس کی حفاظت کو یقینی بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے خلاف شہری Built up area اور جنگل کی لڑائی Bush Warfare لڑی۔ اسی طرح سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ میں بنی اسد پر صبح سویرے دھاوا Dawn attack بولا گیا۔ ان دونوں جنگوں میں کامیابی بہترین تربیت کی وجہ سے ہوئی۔

مختلف حالات اور واقعات میں دن اور رات میں تھکا دینے والی پیش قدمیاں کی گئیں۔ جو صرف سخت سکھلائی کی وجہ سے ممکن تھیں۔

انفرادی اجتماعی سخت اور بہترین سکھلائی نے مسلمانوں کو بہترین ترقی یافتہ فوج بنا دیا۔ مختلف حالات اور ماحول میں انہیں پوری طرح جنگ کرنے کی صلاحیت عطا کی۔

Correct Organisation

اس وقت مسلمان فوج مہاجرین، انصار اور اس وقت کے مشہور قبائل کے مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ یعنی مسلمانوں کی فوج کسی ایک قبیلہ پر مشتمل نہ تھی بلکہ وہ عرب

کے سب قبیلوں پر مشتمل تھی۔ اس لیے ان کی فتح بھی کسی ایک قبیلہ کی فتح نہ تھی۔
اسی طرح کسی ایک قبیلے کی ناکامی اس کے لیے باعثِ عار نہ تھی۔ اس لیے کہ یہ
فوج کسی ایک قبیلے کی تھوڑی ہی تھی۔ اور نہ عرب فوج غیر عرب کے خلاف تھی۔
بلکہ یہ خالص اسلام کی فوج تھی۔ عرب اور غیر عرب جو بھی اس دین کے ماننے والے تھے
یہ ان کی فوج تھی۔

میرے خیال میں یہ تنظیم صرف عقیدے کی ہم آہنگی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور کسی
چیز کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس بات نے تمام قبیلوں کو اپنی حفاظت سے زیادہ
مسلمانوں کی حفاظت کو ترجیح دینے پر مجبور کیا۔ اور اس بات نے جنگ میں مسلمانوں
کی مشکل کو آسان کر دیا۔

مکمل ہتھیار بندی

To become fully equipped

مسلمان رفتہ رفتہ ہتھیار بندی میں بہتر ہوتے گئے۔ صرف غزوۂ خندق کے
خاتمے تک مشرک مسلمانوں سے اسلحے میں فائق تھے۔

ہمیں اس سبز بٹالین کے بارے میں جس کی قیادت غزوۂ فتح کے دن آپ
ﷺ کر رہے تھے۔

اتنا جان لینا کافی ہے کہ اس کے تمام افراد آہن پوش تھے۔ آپ ﷺ
نے ہتھیار بنانے کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

"بے شک اللہ ایک تیر کے بنانے میں تین آدمیوں کو جنت میں داخل
کرے گا۔ اس کا بنانے والا جو اپنے نیک کام میں ثواب کا امیدوار ہے۔ اس
کو پھینکنے والا اور اس کو سیدھا کرنے والا (یا تیار رہنے والا) پس تیر اندازی
کرو اور اگر تم تیر اندازی کرتے ہو تو میرے نزدیک سواروں سے زیادہ پسندیدہ ہو۔"

عادلانہ جنگ

۱۔ عادلانہ جنگ کے معنی

"یہ وہ جنگ ہے، جو ایسی قوم کے خلاف لڑی جائے جو دوسری قوموں پر ظلم کا ارتکاب کرے اور اس حرکت سے باز نہ آئے۔ اور اس میں شرط یہ ہے کہ انسانی اصولوں کے مطابق ہو۔ دائمی امن کی خاطر ہو، بے گناہوں کی زندگی اور املاک کا احترام کیا جائے۔ اور قیدیوں اور یرغمالیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے"

بین الاقوامی اور غیر جانبدار قوانین کے مطابق عادلانہ جنگ سے یہی مراد ہے۔ عادلانہ جنگ دراصل دفاعی جنگ ہے۔ جس کا مطلب زیادتی کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصد دائمی امن قائم کرنا، انسانی اغراض و مقاصد کو حاصل نہ کرنا۔ بیگناہوں کی زندگی اور املاک کا احترام اور قیدیوں اور یرغمالیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا ہے۔ اسلام میں جنگی شرائط چودہ سو سال پہلے ہی بہت منصفانہ تھیں۔ اس کی صراحت آج بیسویں صدی کے بین الاقوامی جنگی قوانین سے ہو رہی ہے نہ شان شوکت کی لالچ اور نہ ہی اس کے نوآبادیاتی یا مادی اغراض و مقاصد ہیں۔ اس کا مقصد تو صرف آزادیٔ رائے اور عقیدہ کی حفاظت ہے۔

عادلانہ جنگ کے معنی کی تفصیل

(۱) دفاعی جنگ Defensive War

قریش نے مکہ میں مقیم مسلمانوں پر ہر قسم کے ظلم وزیادتی کو روا رکھا۔ اس ظلم وزیادتی سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے پاس اپنے مال، اہل وعیال کو چھوڑنے اور پہلے مکہ سے حبشہ اور پھر آخر میں مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔ اکثر مسلمانوں نے صرف اپنے عقیدے کی خاطر مکہ سے ہجرت کی۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کو وہیں چھوڑا۔ ان مہاجرین میں زیادہ تر وہ تھے جنہیں ان کی قبائلی حمیت نے قریش کے اس عذاب سے کسی قدر بچایا تھا۔ جو وہ مسلمانوں میں سے کمزوروں کو دیتے تھے۔ قریش کی اس ایذارسانی کی وجہ سے وہ موت کا شکار ہوئے۔

یہاں تک کہ خود رسول ﷺ بھی تکذیب واہانت سے دوچار ہوئے اور بے مثال صبر سے اپنے خلاف قریش کے پروپیگنڈہ کو سنا اور نئے دین کیخلاف ان کی ریشہ دوانیوں کو برداشت کیا۔

آپ ﷺ نے قریش کی ان سازشوں سے جو آپ ﷺ کے قتل کے لیے کی گئی تھیں نجات پائی۔ اسی طرح مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے اور طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرکے ان کے تعاقب سے خلاصی پائی۔ اس سے بڑا ظلم اور زیادتی کیا ہو سکتی ہے۔ جس کا شکار مسلمان ہوئے۔ لیکن جب آپ ﷺ نے مکہ فتح کیا۔ تو قریش کو کہا "جاؤ تم آزاد ہو"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے مجبور ہو کر ہی جنگ لڑی تمام غزوات اندرونی زیادتی کو ختم کرنے کی خاطر ہوئے۔ اگر دشمن کا ذرا بھی امن کی طرف میلان ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر اس کی حوصلہ افزائی کی اور اس دشمن سے معاہدوں کے ذریعے ربط پیدا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی وجوہات کا اگر غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ غزوات نفسانی خواہشات سے بہت دور تھے۔ اور ثبوت پیش کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے کبھی کسی پر کوئی زیادتی نہیں کی۔ اس لیے کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کے لیے جنگیں نہیں لڑیں۔ قریش کی ایک بڑی تعداد فتح مکہ کے بعد بھی شرک پر قائم رہی، ورنہ غزوہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور مسلمان بخوبی جانتے تھے۔ کہ وہ اپنے پہلے عقیدہ پر قائم ہیں۔ پھر بھی انہیں کسی نے تبدیل مذہب پر مجبور نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

"دین میں کوئی زبردستی نہیں" اور کیا آپ لوگوں پر مومن بننے کے لیے زبردستی کریں گے۔ (یونس - ۹۹)

صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب اور کلدہ بن الجنید کون تھے۔ کیا مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھا کہ ان سب کو زبردستی مسلمان بنا لیتے۔ جبکہ قریش ہتھیار ڈال چکے تھے اور مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تھا۔

یہ کہنا کہ اسلام میں جنگ کا مقصد دعوت کا پھیلانا ہے تو یہ سراسر غلط ہے۔ دراصل جنگ کا مقصد دعوتِ حق پھیلانے کے لیے آزادی حاصل کرنا ہے تاکہ دعوت کی حمایت اور آزادی کے ساتھ دعوتِ حق دی جا سکے تاکہ دینی دعوت اور سلامتی

کا وجود باقی رہے دونوں مقاصد میں کتنا فرق ہے۔ اسلامی جنگ دفاعی جنگ ہوتی ہے اس لیے کہ وہ ظلم اور زیادتی سے دور ہوتی ہے۔ یہ ایک مقامی دفاع Local defence نہیں ہوتی بلکہ دفاعی حملہ Defensive Attack ہوتا ہے۔ جس طرح کہ جدید عسکری اصطلاحات میں اس کی تعریف کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان زیادتی کی ابتداء نہیں کرتے بلکہ وہ جوابی حملے Counter Attack سے ہر زیادتی کرنے والی طاقت کو ختم کرتے ہوئے اپنی جانوں کا دفاع کرتے ہیں

اسلام کی استواری کے لیے جنگ

جب آپ ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد مشرکوں اور یہودیوں نے صلح سلامتی کی طرف اپنے میلان کا اظہار کیا تو صلح کے اس میلان کی آپ ﷺ نے حوصلہ افزائی کی اور ان سے تمام اہل مدینہ کی آزادئ رائے اور امن کا معاہدہ کیا۔ آپ ﷺ نے ہر اس قبیلے کے ساتھ جس نے بھی معاہدہ کی خواہش کی، معاہدہ کیا۔ جیسے غزوۂ ودان میں بنی حمزہ کے ساتھ۔ غزوۂ العشیرہ میں بنی مدلج کے ساتھ اور غزوہ حدیبیہ میں قریش سے معاہدے طے کیے۔

آپ ﷺ کی تمام تر کوششیں امن کے مقاصد کی تکمیل کے لیے تھیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے بھی کچھ نے اسے اچھا خیال نہ کیا۔ جیسے غزوۂ حدیبیہ کے دوران ہوا۔

سلامتی سکون کی ضامن ہوتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے درمیانی وقفہ کے دوران لوگوں میں اسلام خوب پھیلا اور یہ صلح و سلامتی کا زمانہ تھا۔ جنگ کے زمانہ میں لوگوں کے اندر اسلام نہیں پھیلا۔ بلکہ امن کے زمانہ میں جس تیزی اور کثرت سے اسلام پھیلا اتنا ہی جنگ کے زمانہ میں نہیں پھیلا۔ سلامتی کی طرف میلان دین کی روح ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے۔

"اگر وہ سلامتی کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ ﷺ بھی ہو جائیں"

پس یہ کوئی عجیب بات نہیں، جب ہم آپ ﷺ کو دشمن کی طرف سے کسی بھی وقت اور مقام پر پیش کی جانے والی پیش کش کو صرف قبول کرتے ہوئے بلکہ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

اسلام میں امن و سلامتی کی ایک مضبوط بنیاد ہے۔ جبکہ جنگ کی حیثیت ثانوی ہے۔ لیکن اسلام سلامتی کی طرف بلاتا ہے۔ سرنگوں ہونے کی طرف نہیں۔ جو امن و سلامتی سے پیش آئے اس سے امن و سلامتی کے ساتھ اور جو دشمنی اور سختی سے پیش آئے اس کے ساتھ اسی طرح پیش آتا ہے۔ نہ خود کسی پر ظلم و زیادتی کا روادار ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں پر کوئی اور ظلم و زیادتی کرے۔

انسانیت کی جنگ

(۱) بے گناہوں کا احترام Respect of Inocents

آپ ﷺ نے لڑنے والوں کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بے گناہوں کے جان و مال کی حفاظت اور عزت کی۔

جب بنو قریظہ نے ہتھیار ڈالے تو مسلمانوں نے عملاً لڑنے والوں ہی کو قتل کیا اس لیے کہ انہوں نے اپنے عہد میں خیانت کی تھی۔ اور مسلمانوں کو تباہ برباد کرنا چاہا تھا۔

ان کے بچوں اور عورتوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی۔ اسی طرح یہودیوں میں سے جو لوگ اپنے عہد پر قائم رہے انہیں بھی کچھ نہیں کہا گیا تھا۔

بنو قریظہ کی صرف ایک عورت کو اس کے جرم کے بدلہ میں قتل کیا گیا۔ اس نے چھت سے چکی کا پاٹ گرا کر ایک مسلمان کو شہید کر دیا تھا۔ اس کا قتل اس کے اس جرم کی سزا کے طور پر تھا۔ جیسا کہ تاریخ سے واضح ہے۔

جب مسلمان غزوۂ موتہ کے لیے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ عورتوں، بچوں اور اپاہجوں کو قتل نہیں کریں گے۔ نہ مکان گرائیں گے نہ درخت کاٹیں گے۔ کوئی بے گناہ مجرم کے طور پر پکڑا نہیں جاتا، کوئی کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔ اسلام کا یہ بنیادی اصول ہے جس سے کسی بھی طرح روگردانی نہیں کی جاتی۔

(۲) قیدی اور یرغمالی

Prisoners + hostages

غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے قریش کے ستر آدمی قید کر لیے تھے۔ ان میں سے ۶۸ قیدیوں کو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور فرمایا "میں تمہیں قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں" پھر امیر قیدیوں کو فدیہ کے بدلے چھوڑ دیا گیا۔ غریب قیدیوں میں سے کچھ کو تو بغیر کسی معاوضہ کے رہا کر دیا ان میں سے تعلیم یافتہ قیدیوں کو مسلمان بچوں کی پڑھائی لکھائی کا کام سونپ دیا گیا۔ ان بچوں کی تعلیم کے بعد انہیں بھی آزاد کر دیا گیا۔ لیکن ان ستر میں سے دو کو آپ ﷺ کے حکم پر قتل کر دیا گیا۔ اس لیے کہ انہوں نے مسلمانوں کے حق میں جرم کیے تھے۔ اور کمزوروں کو سخت ایذاء پہنچائی تھی۔ اور اسلام کی بے حرمتی کی تھی۔ انہیں ان کے جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ نہ اس لیے کہ وہ قیدی تھے۔ جدید عسکری تعبیر کے مطابق یہ دونوں قیدی جنگی قیدی تھے۔ دراصل ان کی سزا ان کے گناہوں اور جرموں کی سزا تھی جو خود انہوں نے اپنے ہاتھ سے کیے تھے۔

آپ ﷺ نے سریہ عبداللہ بن جحش کے دوران قید ہونے والے دونوں قیدیوں کو رہا کر دیا۔ ان میں سے ایک نے تو اسلام قبول کر لیا اور دوسرا خیریت سے مکہ جا پہنچا۔ مسلمانوں نے قیدیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو موجودہ زمانے میں قیدیوں

کے جدید ترین قوانین کے عین مطابق تھا جہاں تک یرغمالیوں کا تعلق ہے، تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی ان پر کوئی زیادتی کی ہو، یرغمالی امانت ہیں اور قرآن مجید کا کہنا ہے۔

"اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور خیانت نہ کرو اپنی امانتوں میں جان کر" (الانفال: ۲۷)

(۳) زخمی اور مقتول

Wounded +killed

غزوۂ بدر میں کچھ قیدی زخمی بھی تھے۔ مسلمانوں نے ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری اپنے زخمیوں کی طرح کی، مسلمانوں نے مشرکوں کے مقتولوں سے بھی لاپرواہی نہیں کی اور نہ ہی ان کی لاشوں کو کھلا چھوڑا بلکہ انہیں مسلمان شہیدوں کی طرح دفن کیا۔ لیکن احد میں مشرکین نے مسلمان شہداء کا مثلہ کیا۔ اور بدترین مثال قائم کی۔

(۴) عقیدے کی جنگ

۱۔ ذاتی اغراض سے پاک

اسلام میں ذاتی اغراض کے پیشِ نظر کبھی جنگ کا اعلان نہیں ہوا۔ اس لیے کہ اسلام عام مصلحت اور بہتری کی طرف بلاتا ہے۔ اور اگر ذاتی مصلحت کا خیال رکھا جائے تو عام مصلحت ملحوظ نہیں رہ سکتی۔ اور نہ ذاتی لالچ، جاہ و جلال اور اقتدار تسلط کی خاطر بھی جنگ کا اعلان ہوا۔ قریش نے اپنے نہایت سنجیدہ شخص عتبہ بن ربیعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور قاصد بھیجا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"میرے چچا زاد بھائی! آپ حسب و نسب میں جیسا کہ میں جانتا ہوں بلند مقام پر فائز ہیں۔ اور ہم میں سے ہیں۔ آپ کی وجہ سے قوم ایک بڑی مصیبت میں پھنس

گئی ہے اور ان کا شیرازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بکھر گیا میری بات سنو میں کچھ باتیں پیش کرتا ہوں ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ آپ قبول کر لیں ۔اگر اس دین سے تمہارا مقصد مال و دولت جمع کرنا مقصود ہے تو ہم کیے دیتے ہیں اور تم ہم میں سے سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے اور اگر اس سے مقصود سرداری کا حصول ہے تو ہم تمہیں بلا شرکت غیرے اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں ۔ اور تمہارے کسی حکم کے خلاف نہیں کریں گے ۔ اور اگر بادشاہی مطلوب ہے تو تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں ،، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی بات کی طرف متوجہ نہ ہوئے قریش کی دشمنی نے شدت اختیار کر لی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب پر قوم کی جدائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دشمنی گراں گزری ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

،، اے چچا خدا کی قسم ! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند رکھ دیں کہ میں اس کام سے باز آجاؤں تو بھی میں اس کام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالے اسلام کو غلبہ عطا کرے یا میں خود اس میں کام آجاؤں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کا یہ فرمان اکثر دہرایا کرتے ۔

،، کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فقیروں ، کمزوروں ، مسکینوں اور نوکروں کے ساتھ کبھی بھی حقارت سے پیش نہیں آئے ۔ ان تمام حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مثالی ہے ۔ عقیدہ پھیلانے کی آزادی کی حمایت میں ہی اسلام میں جنگ کا آغاز ہوا ۔ اس کے علاوہ ذاتی اغراض کا کوئی بھی دور یا نزدیک کا کوئی سبب نہ تھا ۔

(ب) نسلی جنگ نہیں

اسلام کسی ایک قبیلے یا قوم کا دین نہیں اور نہ ہی دوسری عجمی قوموں کو چھوڑ کر صرف

عربوں کا دین ہے۔ بلکہ یہ تو تمام دنیا کے انسانوں کا دین ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

"کہہ دیجئے کہ میں تم سب انسانوں کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں"۔

اسلام ایک اعلیٰ نظریے پر کاربند ہے یہ وحدتِ انسانی ہے۔ جس کے جھنڈے تلے وہ سب کو جمع کرتا ہے۔

اسلام قوم پرستی، تعصب، نسلی کش مکش اور نسلی امتیاز کی سخت مخالفت کرتا ہے کیونکہ وہ تمام عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے۔ نظریہ بھی ایک اور اللہ بھی ایک تمام "مومن بھائی بھائی ہیں" "کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔ (الحدیث)

اور سلمانؓ ہمارے اہل بیت سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ایسی قومیت اور دین ہے کہ جو تمام قومیتوں اور مذہبوں پر حاوی ہے۔ وہ دنیا بھی ہے اور دین بھی، تلوار بھی ہے اور کتاب بھی اور وہی زندگی کا راستہ ہے۔

اجتماعی جنگ (جنگ عظیم) جو جرمنی نے چھیڑی تھی۔ اس کی بنیاد جرمن قوم کی نسل پرستی تھی۔ امریکہ جنوبی افریقہ اور دوسرے ملکوں میں کالوں اور گوروں کے درمیان نسلی امتیاز موجود ہے یہ تمام باتیں بیسویں صدی میں ہو رہی ہیں جس کو روشنی، شہری ترقی، ایٹم اور براعظموں کے درمیان مار کرنے والے میزائیلوں کا دور کہتے ہیں۔

لیکن اس سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے نسل اور قومیت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی اور ایک مقصد کی طرف دعوت دی۔ پس جو شخص اسلام لے آیا اس کا خون، عزت اور مال دوسرے تمام مسلمانوں پر حرام ہو گیا۔

حدیث میں ہے۔ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے"

آپ ﷺ قریشی تھے۔ لیکن جب قریش نے مسلمانوں پر زیادتیاں کیں تو آپ ﷺ نے قریش کے خلاف جنگ کی۔ آپ ﷺ عربی تھے

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا دفاع کرتے ہوئے اپنی عرب قوم کے خلاف جنگ کی. جب روم نے آپ کی دعوت کو مٹانے کے لیے رکاوٹیں کھڑی کیں تو اس کے خلاف نبرد آزما ہوئے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاءُ نے ایرانیوں، رومیوں اور دوسری اقوام کے خلاف جنگیں لڑیں.

وہ لوگ جو اسلام لانے سے پہلے اپنی نسل اور قوم کی وجہ سے مسلمانوں کے دشمن تھے اسلام قبول کر لینے کے بعد وہ اسلامی کنبہ کے افراد بن گئے. ان کے فرائض وہی تھے جو دوسرے مسلمانوں کے تھے. اور ان کے حقوق وہ تھے. جو دوسرے مسلمانوں کے تھے. اسلام نے دنیا و آخرت میں مسلمانوں کے ساتھ مساوات و برابری قائم کی. لوگوں کے سامنے بھی اور اللہ کے سامنے بھی.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.

تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا (متقی) ہے.

غیر مادی جنگ

Non Material War

اسلام میں جنگ کا مقصد مادی برتری حاصل کرنا. خام مال اور تجارتی منڈیوں کی تلاش، اقتصادی ذرائع کا حصول اور نوآبادیات قائم کرنا نہیں ہے.

غزوہ بدر میں مسلمان ابوسفیان بن حرب کے شام سے آنے والے قافلہ کو روکنے کی غرض سے روانہ ہوئے. تاکہ قریش کو مکہ اور شام کے تجارتی راستہ سے محروم کر دیں اور اس سے ان کی اقتصادی حالت کو متاثر کریں. تاکہ مسلمانوں کے خلاف ان کی ظلم و زیادتی کی شدت میں کمی آجائے. لیکن وہ قافلہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ کر نکل

گیا۔ پھر مسلمانوں کی مشرکوں کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی حالانکہ ان کے لیے مدینہ کو بخریت واپس آجانے کا پورا امکان تھا۔ اگر بدر کی طرف صرف مادی پہلو ہی ان کے نکلنے کا باعث ہوتا تو وہ قریش کے خیریت کے ساتھ مکہ پہنچ جانے کے علم کے بعد انہی قدموں پر واپس آجاتے۔ غزوۂ حنین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے وفد کی آمد کا ایک ماہ تک انتظار کیا۔ تاکہ ان کا وہ مال جو غنیمت کے طور پر مسلمان لے آئے تھے انہیں واپس کر دیں۔ لیکن وہ نہ آئے تو مجبوراً اس مال کو تقسیم کیا۔ ہوازن کا وفد جب مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد پہنچا تو ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے۔ لیکن مال غنیمت میں آپ کا حصہ کیا ہوتا؟ پانچواں حصہ، جو کہ انہی کو لوٹا دیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے عسکری اور غیر عسکری ضروریات میں خرچ کر دیتے۔

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال میں سے کچھ اپنے لیے بھی رکھا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ گھر میں کھانے اور بھوک کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر آپ کو لاکر دے دیا تو کھا لیا۔ اور جو کھانے کے لیے پیش کیا گیا قبول کر لیا۔ اور جو پینے کے لیے دیا گیا پی لیا۔

"انہی کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک یہی حالت رہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل نے برابر دو دن بھی جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی"

مزید کہتی ہیں کہ "ہم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ مہینہ مہینہ تک چولہا نہ جلتا صرف کھجور اور پانی پر گزر اوقات ہوتی"

انہی کا ارشاد ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت بھی کسی کو کھلانے کی کوئی چیز میرے ہاں نہ تھی۔ ایک برتن میں تھوڑے سے جَو پڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے وصال کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ تیس صاع جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی پڑی ہوئی تھی"

دنیا کا یہ سازو سامان تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور آل کے لیے بچا کر رکھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال سے دلچسپی ہوتی تو ضرور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال اپنے لیے بچا کر رکھ لیتے۔ جب کہ وہ خاصا تھا۔ بلند مقاصد کا حصول جسم اور روح کو تھکا دیتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلام کے مقاصد کی خاطر یہ تکلیفیں برداشت کیں۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مسلمانوں کے لیے ہر مقام اور ہر وقت بہترین نمونہ قرار پائے۔

مثالی جنگ

Examplary War

عادلانہ جنگ کی وہی تعریف ہے جو بین الاقوامی ذرائع سے بیان کی گئی ہے اس کے باوجود اگر قدیم وجدید جنگوں کا تذکرہ کریں تو اسلام کی جنگ کے علاوہ کوئی جنگ بھی اس پر پوری نہیں اترتی۔ اسلامی جنگ کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ وہ مثالی جنگ ہے مثالی اس بنا پر کہ اس کے مقاصد آزادئ رائے اور سلامتی کے اصولوں کی سربلندی ہے بے گناہوں اور کمزوروں کے جان ومال کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیدیوں اور یرغمالیوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جاتا ہے۔ بیماروں اور زخمیوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے، مقتولین کا مثلہ نہیں کیا جاتا بلکہ اپنے شہیدوں کی طرح دفن کیا جاتا ہے۔ ذاتی منافع کا حصول نہیں اور نہ ذاتی اغراض ہیں۔ نہ نوآبادیاں قائم کرنا اور حقوق غصب کرنا ہیں۔ اگر یہ جنگ مثالی نہیں ہے۔ تو پھر پوری تاریخ میں کونسی ایسی جنگ ہے۔ جو اس معیار پر پوری اتر سکے۔

یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ یہ جنگ مردوں اور اسلحہ کے ذریعے قلعوں اور موچوں کو فتح کرنے سے پہلے بلندو بالا مثالوں سے عقلوں کو فتح کر لیتی ہے۔ اس مثالی جنگ نے مغلوب ہونے والوں کے زخموں کو تیزی سے مندمل کیا۔ مغلوب غالب آنیوالوں کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے مل گئے "تاکہ غالب اور مغلوب ایک جھنڈے تلے جمع ہوجائیں۔ جو اسلام کا جھنڈا ہے اگر یہ کوئی ظالمانہ جنگ ہوتی تو ظلم پروان چڑھتا۔ لیکن ظلم کو دوام حاصل نہیں اگر دوام ہوتا تو ظالم و مظلوم دونوں تباہ ہوجاتے، کیا ظالم اسے سمجھتے ہیں یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں؟

یہ جنگ مثالی حد تک عادلانہ تھی۔ عربوں نے اس کے بلند مقاصد کی خاطر لبیک کہا۔ پھر انہوں نے ان مقاصد کا پیغام دنیا تک پہنچایا۔ اسے ایرانیوں، رومیوں اور بہت سی دوسری قوموں نے اختیار کیا۔ پھر اپنے اپنے وقت میں اس مشعلِ ہدایت کو مشرق و مغرب تک لے گئے۔ مشرق نورِ اسلام سے جگمگا اٹھا جبکہ مغرب جہالت اور تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

○